نافرمان لوگ اور عذابِ الٰہی

297.9
67 ن
9202

Marfat.com

Marfat.com

نافرمان لوگ اور عذابِ الٰہی

مرتبہ
ثمینہ شہزاد
(ایم۔اے اسلامیات، اُردو)
پنجاب یونیورسٹی

عمر سنز ٥ قذافی مارکیٹ
اُردو بازار لاہور

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۳
۰ 67 ن
۹۲۰۲۷

کتابیں بہترین دوست ہیں
ہمارا ادارہ
عُمر سنز
ان سے تعارف کا بہترین ذریعہ

ضابطہ

ISBN: 216-297-083-10

کتاب : نافرمان لوگ اور عذاب الٰہی

مرتبہ : ثمینہ شہزاد

سرورق : خالد عمر

کمپوزنگ : عاطف رحمٰن

قیمت : -/100 روپے

انتساب

ان لوگوں کے نام

جو

اس دنیا کو

چھوڑ گئے

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

⌘ پیدائش حضرت آدم علیہ السلام
⌘ قوم حضرت نوح علیہ السلام
⌘ حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد
⌘ حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود
⌘ حضرت ہود علیہ السلام اور شداد
⌘ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود
⌘ قوم حضرت لوط علیہ السلام
⌘ حضرت شعیب علیہ السلام اور قوم مدین
⌘ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون
⌘ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون
⌘ اصحاب سبت
⌘ حضرت حزقیل علیہ السلام
⌘ خودسر ابرہہ کا انجام

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”میں نے تمھیں ان ہاتھوں سے بنایا ہے۔ تو
پھر مجھے کیا فائدہ کہ تمھیں عذاب میں مبتلا کروں،
مگر تم اپنے اعمال کے سبب ہی (اللہ کے)
عذاب کے حق دار بنتے ہو“

(القرآن)

Marfat.com

پیش لفظ

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق کی تو تمام فرشتوں کو معلوم تھا کہ نسل آدمؑ فساد برپا کرے گی مگر اللہ تعالیٰ نے معافی اور توبہ کا تحفہ بھی انسان کو بخشا کسی اور مخلوق کو نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''میں نے تمہیں ان ہاتھوں سے بنایا ہے۔ تو پھر مجھے کیا فائدہ کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کروں، مگر تم اپنے اعمال کے سبب ہی اللہ کے عذاب کے حق دار بنتے ہو۔'' حضرت آدمؑ ہی وہ پہلے انسان تھے۔ جن سے خطا ہوئی تو سزا کے طور پر زمین پر اتارے گئے۔ انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی جو قبول ہوئی۔ پھر جب نسلِ آدمؑ پھیلی تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو خبردار کر دیا کہ صرف اللہ ہی کو اپنا معبود بنانا اور نافرمانی مت کرنا، ورنہ اللہ کا عذاب سخت ہے، اور اگر غلطی سے خطا کر بیٹھو تو توبہ کرنے میں جلدی کرنا، اللہ

Marfat.com

بڑا غفور اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دنیا میں بے شمار قومیں ایسی آئیں اور گزر گئیں جن کی طاقت اور عظمت کا جھنڈا ہر چار دانگ عالم بلندیوں پر لہراتا رہا اور جب تک وہ قومیں راہ راست پر رہیں نہ صرف ان کا بول بالا رہا بلکہ انہوں نے دوسروں کی رہنمائی کے فرائض بھی سر انجام دیئے لیکن جب وہ راستے سے بھٹک گئیں اور اپنی شان و شوکت، عروج و فارغ البالی کو اپنی محنت، وقوت کا ثمر سمجھ کر من مانیاں کرنے پر اتر آئیں اور وحدہ لاشریک کی ذات کے ساتھ دوسری طاقتوں کو شریک ٹھہرانے لگیں تو ان کی اس ناعاقبت اندیشی نے انہیں بلندیوں سے پستی پر دے مارا۔ ان غافل اقوام میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط علیہ السلام اور مدین والوں کا انجام اہل بصیرت کے لیے درس عبرت بن گیا قوم عاد کو رب العزت نے ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ دولت، قوت، شان و شوکت، ہر چیز ان کے پاس موجود تھی۔ سونا اگلنے والی زمینیں، چاندی کی طرح بہتے ہوئے شفاف چشمے، ثمر آور باغات، فلک بوس عمارات، غرض دنیا کی کوئی آسائش ایسی نہ تھی جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نوازشات کا صدق دل سے شکریہ ادا کر کے اس کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہوتے لیکن زیادہ مال و دولت اکٹھا کرنے کی ہوس نے انہیں خود سر بنا دیا اور وہ اس حد تک غرور میں آ گئے کہ خالق کائنات کی ہستی کے سرے ہی سے منکر ہو گئے اور سرکش و مغضوب لوگوں کی طرح وہ ایک عرصہ تک من مانیوں میں مصروف رہے پھر آخر جب اتمام حجت ہو چکا تو عذاب الٰہی نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور پھر وہ بستیاں جہاں زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی، آن واحد میں اجڑے ہوئے دیاروں کا منظر پیش کرنے لگیں۔ بابل و نینوا کے کھنڈر یا ''پومپئی آئی'' کی تباہی کا ملبہ ایسی ہی خود سر اور لہو لعب میں ڈوبی ہوئی قوموں کی بربادی کی نشانیاں ہیں۔ پاکستان میں بھی پانچ ہزار سال قبل کے ایک ترقی یافتہ تمدن کے آثار موہنجوڈارو اور ہڑپہ

کی شکل میں موجود ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اس بات کا کھوج ابھی تک نہیں لگا سکے کہ یہ ہنستی بستی بستیاں کس طرح تباہ ہوئیں۔

دنیا کے تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ باری تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی بہتری کے لیے دنیا میں بار بار اپنے پیغمبر بھیجے جنھوں نے انسانی زندگی کو اچھائی کے راستے پر چلانے کے لیے قدرت کاملہ کے وضع کردہ قواعد و ضوابط انسانوں کے سامنے رکھے اور انہیں اچھائی و برائی کے انجام سے باخبر کیا اور بنی نوع انسان کو کفر و شرک کی گمراہیوں سے نکال کر حق و انصاف اور سلامتی کے راستہ پر گامزن کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان میں سے بعض اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور ان کی قومیں خالق کے ارض و سما کی جانب سے انعام کی مستحق ٹھہریں۔ بعض قومیں بدستور اپنے فسق و فجور کے ذریعے تباہی اور بربادی کو دعوت دیتی رہیں۔

بعض روایتوں کے مطابق ان پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار بتائی جاتی ہے جن میں سے بعض کا ذکر کلام پاک میں فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ اس کا انداز بیان کچھ اس طرح ہے کہ وہ بیجا تفاصیل میں نہیں جاتا بلکہ جہاں کہیں کوئی واقعہ بیان کرنا ہوتا ہے وہاں ساری تفصیل بیان کرنے کے بجائے صرف اتنی بات بیان کر دیتا ہے جتنی کہ اس ضمن میں ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کے حالات بیان کرتے وقت بھی صرف بات اتنی ہی بیان کرتا ہے جتنا ضروری ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں فرمایا گیا ہے منھم من قصصنا علیك و منھم من لم نقصص علیك (المومنین) بعض وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے آپ ﷺ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا قصہ آپ ﷺ سے بیان نہیں کیا۔

علمائے تحقیق لکھتے ہیں کہ جب کوئی قوم خالق کائنات کی محیط و مقتدر قوت کاملہ کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے یا اس منزہ ہستی سے منحرف ہو جاتی ہے تو خدائے بزرگ و برتر اپنی حکمت کاملہ سے کائنات میں جاری اپنی ان گنت

Marfat.com

پوشیدہ قوتوں میں سے کسی ایک کو اس قوم کی سرزنش کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جس کے سامنے انسانی تمدن کی تمام پابندیاں ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قوم ثمود کے انجام سے ظاہر ہے۔ یہ قوم عرب کے شمالی مغربی حصہ میں آباد تھی جسے آج کل وادی القریٰ کہا جاتا ہے۔ اس قوم کی ایک خوبی اس کا بڑھا ہوا تعمیراتی ذوق تھا۔ یہ قوم پہاڑ کاٹ کاٹ کر اسے بڑے بڑے مکانوں میں تبدیل کر دیتی۔ میدانوں میں فلک بوس عمارتیں کھڑی کر دیتی۔ جب یہ قوم نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی اور قانون قدرت سے روگردانی اور سرکشی اختیار کرتے ہوئے سطح ارضی پر اپنی ہیبت جبروت کا سکہ جمانے کی کوشش کرنے لگی تو عوامل قدرت کے ایک عنصر نے آگے بڑھ کر انہیں اور ان کے تمام تمدن کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

بہر حال قرآن پاک اس سلسلہ میں نوع انسانی کو یہ بنیادی اصول سمجھانے کا خواہاں ہے کہ خواہ من حیث الفرد خواہ من حیث القوم اگر انسان خدائے وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لاکر اپنے اعمال و افعال اور افکار و عقائد کو اس کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ڈھال لے اور اپنی زندگی کو اس معبود حقیقی کی رضا کے تابع بنا لے تو عوامل قدرت اور موجودات کائنات اس کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ عناصر اس کی مدد کرتے ہیں اور ہر قسم کی راہیں اِن پر کھل جاتی ہیں اور تسخیر قوائے فطرت کے مقصد عظیم میں زیادہ سے زیادہ کامیابیاں اور بہتر سے بہتر نصرتیں اس کے قدم چومنے لگتی ہیں لیکن اگر وہ اس قادر مطلق سے بے نیاز ہو کر کرہ ارض پر ان معمولی کامیابیوں پر جو اسے مہلت اور امتحان کی آزمائشوں کے طور پر حاصل ہوں، مغرور ہو کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نافرمان ہو جائے تو ہر قسم کا فسق و فجور اس کی زندگی میں سرایت کر جاتا ہے اور قدرت کے وہی عناصر و عوامل جو اس کی خاطر موجود ہیں تاکہ وہ ان سے کام لے کر اپنی زندگی کا بہتر اور باآرام بناتا چلا جائے...... اس کے جانی دشمن بن جاتے ہیں اس کی محنتوں اور کاوشوں کے ثمرات چشم زدن میں فنا کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہی وہ

Marfat.com

نکتہ ہے جسے سمجھنے کے بعد عارفین راہ صداقت خدا کا عرفان حاصل کرتے ہیں اور مقصد حیات کو پورے طور پر سمجھ کر اپنی زندگی کو اس کے حصول کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

❖❖❖❖❖

پیدائش حضرت آدم علیہ السلام

(3761 قبل مسیح)

"لفظ آدمؑ کا مطلب مٹی سے بنا ہوا بھورا، مٹیالا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت آدمؑ کا ذکر سورہ البقرہ، آل عمران، المائدہ، الاعراف، الاسراء، الکہف، مریم، طٰحٰہ، یٰسین میں آیا ہے۔ یہودیوں کے مطابق حضرت آدمؑ کا سن پیدائش 3761 ق م ہے۔ تخلیق آدمؑ یوم عاشورہ دس محرم کو جمعہ کے دن پانچ بجے صبح ہوئی۔ آپؑ کا لقب صفی اللہ ہے۔"

انبیائے کرامؑ کے متعلق قرآن کریم میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ کا ذکر

Marfat.com

آیا ہے۔ ان کے حالات قرآن کریم کی سب سے پہلی ''سورۃ البقر'' کے علاوہ مزید آٹھ سورتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے کہا کہ میں عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، جسے زمین پر میری خلافت کا شرف حاصل ہوگا۔ جو اختیار اور ارادہ کی مالک ہوگی۔ میری زمین پر اسے ہر قسم کا تصرف اور اختیار ہوگا اور وہ بشر کہلائے گا۔

فرشتے یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور عرض کی کہ اے باری تعالیٰ اگر اس مخلوق کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ تیری عبادت کرے تیری حمد و ثناء اور تقدس و بزرگی کے گن گائے تو اس کے لیے ہم پہلے ہی سے موجود ہیں جو بے چون چرا تیرا ہر حکم بجا لاتے اور تیری حمد و ثنا میں لگے رہتے ہیں۔ پھر بشر کو پیدا کرنے کی ایسی کیا ضرورت آ پڑی۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ مخلوق زمین میں فساد پھیلائے اور خرابی اور خونریزی بپا کرے۔ اے ہمارے پروردگار! آخر ایسی مخلوق پیدا کرنے میں تیری کیا مصلحت ہے۔

فرشتوں کا یہ سوال اس لیے نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں بحث یا مناظرہ کرنا چاہتے تھے، بلکہ وہ آدمؑ کی تخلیق اور اسے زمین پر اللہ کا نائب مقرر کرنے کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ ایک بڑا عجیب معاملہ تھا وہ جانتے تو تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن وہ اس کی حکمت کا راز معلوم کرنے کے مشتاق تھے کہ ''اس پر باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔''

آدمؑ کا خمیر ایک ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو نت نئی تبدیلی قبول کرنے کی خاصیت رکھتی تھی جب مٹی کا جسد خاکی تیار ہو گیا اور مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ کے حکم سے اس میں روح پھونکی گئی اور وہ گوشت پوست اور ہڈی کا زندہ انسان بن گیا جو عقل و فہم، ادراک و شعور، حس و

Marfat.com

حرکت اور وجدانی و جذباتی کیفیات کا حامل تھا۔

عظمت آدم علیہ السلام

فرشتوں نے آدمؑ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا تھا یعنی کہ وہ زمین پر فساد اور خرابی پھیلائے گا اس سے اگرچہ آدمؑ کی تحقیر کا مقصد نہ تھا تاہم جب حضرت آدمؑ کی تخلیق فرما دی گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں پر اس کی عظمت و برتری ظاہر کرنے کے لیے حکم دیا کہ فرشتے آدمؑ کو سجدہ کریں۔

تمام فرشتوں نے تعمیل حکم کی، مگر ابلیس (شیطان) نے غرور و تمکنت کی بناء پر انکار کر دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابلیس سے کہا کہ تجھے کس بات نے سجدہ کرنے سے انکار اور میرے حکم سے نافرمان ہونے پر آمادہ کیا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اس بات نے کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔

چنانچہ غرور اور تکبر کی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کرنے پر ابلیس بارگاہ ایزدی سے راندہ گیا اور جنت سے محروم ہو گیا۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ قیامت کے روز تک میری زندگی دراز کر دی جائے۔ اس کی یہ درخواست منظور ہوئی اور اسے قیامت تک زندگی کی مہلت مل گئی۔ ابلیس نے آدمؑ کے خلاف انتقامی جذبے کے تحت کہا کہ میں آدمؑ کو اچھائی کے راستے پر چلنے سے روکوں گا اور اسے گمراہ کروں گا۔ آدمؑ کی اولاد کو تیرا ناشکر گزار بناؤں گا اور فسق و فجور میں مبتلا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنی کوشش کر گزر میرے مخلص بندے کبھی تیرے فریب میں نہیں آئیں گے البتہ جو تیرے کہنے پر چلیں گے وہ تیرے ہی ساتھی ہوں گے اور میں ان سے دوزخ بھر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تھا، اس لیے اسے صفات الٰہیہ میں سب سے بڑی صفت علم سے نوازا اور تمام اشیاء کے نام آدمؑ کو بتائے ان کی ماہیت سے واقف کرایا، علم و فنون کے اسرار اور ان کی حکمتیں سکھائیں، پھر فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ تم ان اشیاء کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ فرشتوں نے اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے باری تعالیٰ ہمیں تو بس اسی قدر علم ہے جو تو نے ہمیں دیا یا سکھایا۔ اس سے زیادہ ہم کیا جان سکتے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے کہا کہ جو علم تجھے دیا گیا ہے وہ فرشتوں پر ظاہر کر اللہ تعالیٰ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ آدمؑ کی برتری اور عظمت فرشتوں پر واضح ہو جائے۔

حضرت حواؑ اور قیام جنت

حضرت آدمؑ کچھ عرصہ تنہا زندگی بسر کرتے رہے بعد ازاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی رفاقت کے لیے حضرت حوا کو پیدا کیا اور دونوں کو اجازت دی کہ وہ جنت میں رہیں اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں لیکن ایک درخت کے متعلق باری تعالیٰ نے انہیں ہدایت کر دی کہ اس کے قریب نہ جائیں۔

آدمؑ اور حواؑ کا جنت سے نکلنا

ابلیس جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حوا علیہ السلام میں وسوسہ پیدا کیا کہ جس درخت کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کیا ہے دراصل وہی درخت ان کے لیے مسرت اور راحتوں کا ذریعہ ہے، چنانچہ ابلیس بڑے حیلوں اور بہانوں سے کام لے کر انہیں باور کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ آدم علیہ السلام اور حوا سے بہ تقاضائے کے بشری بھول ہو گئی اور انہوں نے اس شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ اس

Marfat.com

پر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے باز پرس کی حضرت آدمؑ نے ندامت اور شرمساری سے غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ اور استغفار کرتے ہوئے معافی اور درگزر کے خواستگار ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر قبول کر لیا گیا لیکن ساتھ ہی انہیں یہ فیصلہ سنایا کہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو ایک عرصہ تک زمین پر رہنا ہوگا، تاکہ انسانوں کے اعمال کا امتحان کیا جائے جو لوگ نیکی کریں گے اور راہ راست پر چلیں گے وہ خوف اور غمگین سے آزاد رہیں گے اور جو بدی کے مرتکب ہوں گے وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔

''اس سلسلے میں قصص الانبیاء کا مولف ایک عجیب قصہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے''ایک روز شیطان مردود نے سوچا کہ مجھے آدمؑ کے پاس بہشت میں جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ خدائے بزرگ و برتر کے تین اسم اعظم جانتا تھا۔ جنہیں پڑھتے ہی وہ آسمان کے سات طبق طے کر کے بہشت کے دروازے پر پہنچ گیا بہشت کے دروازے بند دیکھ کر اس نے سوچا کہ مجھے کسی بہانے سے اندر جانا چاہیے بہشت کے کنگرے پر اس وقت مور پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کوئی اسم اعظم پڑھ رہا ہے۔ مور نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں خدا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں مور نے پوچھا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا میں بہشت کو دیکھنے کے لیے اس کے اندر جانا چاہتا ہوں۔

مور نے کہا مجھے حکم نہیں کہ میں کسی کو جنت میں داخل ہونے دوں جب تک کہ آدم علیہ السلام بہشت میں ہیں۔

شیطان نے کہا تم مجھے بہشت میں لے جاؤ میں تمہیں ایسی دعا سکھاؤں گا۔ جو کوئی بھی اس دعا کو پڑھے گا اس کو تین چیزیں حاصل ہوں گی، ایک تو وہ بوڑھا نہیں ہوگا، دوسرے وہ کبھی مرے گا نہیں اور تیسرے ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ چنانچہ مور نے یہ قصہ سانپ کو سنایا۔ جو بہشت کے اندر دروازے کے پاس پہرہ دے رہا تھا۔ جسے سن کر سانپ سر کو باہر نکال کر اس سے پوچھنے لگا تو کون ہے؟

اور کہاں سے آیا ہے جو یہاں بیٹھا اسم اعظم پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا میں فرشتہ ہوں فرشتوں میں سے حق تعالیٰ کے سانپ نے کہا کہ وہ دعا مجھے سکھا۔

''شیطان نے کہا پہلے مجھے بہشت میں لے جا۔''

سانپ نے کہا۔ ''مجھے خدا کا حکم نہیں ہے کہ کسی کو بہشت میں لے جاؤں۔'' جب تک ''حضرت آدم علیہ السلام بہشت میں ہیں۔''

ابلیس نے کہا۔ ''میں اپنا قدم بہشت میں نہیں رکھوں گا بلکہ تیرے منہ میں بیٹھ جاتا ہوں.....'' تب سانپ نے اپنا منہ کھول دیا اور شیطان اس کے منہ کے اندر جا بیٹھا۔

تب سانپ اسے بہشت کے اندر لے گیا۔

شیطان نے کہا مجھے اس درخت کے پاس لے جا جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو منع فرمایا ہے جب سانپ اسے لے کر اس درخت کے پاس پہنچا تب وہ مردود مکروفریب سے سانپ کے منہ کے اندر رونے لگا۔

مولف قصص انبیاء لکھتا ہے کہ جو شخص پہلے پہل نفاق سے رویا وہ شیطان لعین تھا اس کی آواز سن کر حور و غلمان سب کے سب اکٹھا ہوئے اور کہنے لگے یہ آواز سانپ کے منہ سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، اور سانپ سے حوا پوچھنے لگیں کہ تو کیوں روتا ہے؟ شیطان نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو بہشت سے نکالے گا کیونکہ تمہیں اس درخت کا میوہ کھانے سے منع کیا گیا جو اس درخت کا میوہ کھائے گا وہ بہشت میں سے نہیں نکالا جائے گا۔ شیطان نے کہا قسم خدا کی میں سچ کہتا ہوں حضرت حوا نے شیطان کے قسم کھانے سے یقین کر لیا اور اس درخت سے تین دانے گندم کے لے لیے، ایک خود کھایا اور دو دانے گندم کے حضرت آدمؑ کے واسطے لے گئیں اور کہا یہ اس درخت کا پھل ہے جسے کھانے سے ہمیں خدا نے منع فرمایا ہے۔ ایک دانہ میں نے کھا لیا ہے اور دو دانے آپ کے واسطے لائی ہوں۔

حضرت آدمؑ نے پوچھا اس میں کیا لذت ہے؟ حضرت حوا نے کہا۔ حلاوت

Marfat.com

وشیریں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا نہیں کھاؤں گا۔ میرا اللہ تبارک و تعالیٰ سے عہد ہے۔ حوا جب مایوس ہوئیں تو حضرت آدمؑ کو دانہ کھلانے سے پہلے ایک پیالہ شراب بہشت سے لا کر پلا دیا، تو بیہوشی کی حالت میں دو دانے گندم کے لے کر کھا گئے اور عہد شکنی کی۔

تب جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آدمؑ اور حوا کے ساتھ سانپ، مور اور شیطان کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت آدمؑ کے پاس گئے اور انہیں حکم خداوندی سے آگاہ کیا۔ جسے سن کر وہ گھبرا گئے اور بہشت کی جدائی میں زار وقطار رونے لگے۔ آخر ایک ٹکڑا لکڑی کا مسواک کے واسطے وہاں سے لیا وہ لکڑی پشت بہ پشت ان کے خاندان میں چلی آئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا عصا بنی۔"

آدمؑ کو سراندیپ میں حضرت حوا کو خراسان میں مور کو سیستان میں، سانپ کو اصفہان میں اور شیطان کو کوہ و ماوند میں، ڈالا گیا۔ اس وقت سانپ کے اونٹ کی مانند چار ہاتھ پاؤں تھے جو اس سے واپس لے گئے تھے تاکہ وہ پیٹ کے بل چلے خاک چھانے اور کھائے۔ اسی طرح مور کے پاؤں بھی تبدیل کر دیئے گئے۔ "رقص کرتے ہوئے مور کی نظر جب اس کے پاؤں پڑ جاتی ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ شاید اس لیے وہ سانپ کا ازلی دشمن بھی ہے کہ اس نے اسے جنت سے نکلوایا۔ اگر مور کے سامنے سانپ آ جائے تو وہ اسے اپنے پاؤں سے مسل مسل کر ہلاک کر دیتا ہے۔"

جب حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ میں اتارا گیا تو وہ چالیس برس تک روتے رہے اس کے بعد مولف قصص الانبیاء لکھتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ تین سو برس تک روتے رہے۔ ان کی بعض باتیں قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے مطابق درست ہیں لیکن بعض داستان کے طور پر محسوس ہوتی ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہاں سے اخذ کیں۔"

قرآن کے حوالے سے یہ درست ہے کہ حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر نادم ہو کر

Marfat.com

بارگاہ ایزدی میں عفو و بخشش کے طالب ہوئے۔ اس وقت انہوں نے اللہ کے حضور جو دعا مانگی وہ سورہ ''العمران'' میں یوں مذکور ہے۔

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔''

زمین پر اتارے جانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا نسل انسانی میں اضافہ کا باعث بنے۔ بعض تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حوا سے جڑواں پیدا ہونے والی لڑکی اور لڑکے کا عقد دوسری بار پیدا ہونے والے جڑواں لڑکی لڑکے سے کر دیا جاتا تھا چونکہ اس وقت افزائش نسل کی کوئی دوسری صورت موجود نہیں تھی نہ ہی کوئی شرح تھی چنانچہ اس موقع پر حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کی شادی کا مسئلہ پیدا ہوا کہ ہابیل کی ہمشیرہ سے اس کی شادی اور قابیل کی شادی اس کی ہمشیرہ سے ہو۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے حضرت آدمؑ نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قربانی پیش کریں۔ جس کی قربانی منظور ہو جائے وہ اپنی مرضی کے مطابق شادی کر سکتا ہے۔ چنانچہ دونوں نے قربانی پیش کی۔ تورات کی تحریر کے مطابق قابیل اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ لایا اور ہابیل نے اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پلوٹھے بچے اور کچھ ان کی چربی پیش کی۔ ہابیل کی نذر قبول کر لی گئی۔ اس پر قابیل نے اشتعال میں آ کر ہابیل کو قتل کر دیا اور اس کی نعش کو ٹھکانے لگانے کے لیے سوچنے لگا۔ اتنے میں اس نے ایک کوا دیکھا جو زمین کرید رہا تھا اسے دیکھ کر قابیل کے ذہن میں ترکیب آئی کہ اپنے بھائی کی نعش کو دفن کر دے۔ قرآن پاک میں بھی اس واقعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدمؑ کے تیسرے بیٹے تھے۔ حضرت آدمؑ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو منصب ہدایت کے لیے سرفراز فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد شیث میرے قائم مقام ہوں گے۔ ان کا حکم ماننا اور آپس میں صلح و محبت سے

Marfat.com

رہنا۔

حضرت شیث علیہ السلام اپنی اور قابیل کی اولاد کو نیکی کے راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے رہے وہ لوگ بھی آپ کی وفات کے بعد کچھ عرصہ سیدھی راہ پر رہے پھر شیطان کے بہکاوے میں آ کر گمراہ ہو گئے اور حضرت شیث علیہ السلام کا بت بنا کر پوجنے لگے۔ چنانچہ ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث کیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی گمراہ قوم کو شرک و بت پرستی سے روکا اور توحید الٰہی کے راستے پر چلنے کا درس دیا حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ کی طرح پاکیزہ خیالات و کردار اور عدل و انصاف پر عمل پیرا ہو کر آخرت سنوارنے کی تلقین کی۔

حضرت ادریس کو جب اپنی شبانہ روز تبلیغی کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی نہ ملی تو آپ قوم سے انتہائی آزردہ ہو کر اپنے کچھ ہم خیال صاحب ایمان ساتھیوں کے ہمراہ مصر تشریف لے گئے اور دریائے نیل کے کنارے آباد ہو گئے۔ جہاں تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ لوگوں کو معدنیات کے اصول بھی سکھائے جس سے لوگوں کی اخلاقی اور معاشرتی حالت روز بروز بہتر ہوتی گئی اور لوگ مل جل کر زندگی بسر کرنے کے آداب اور طور طریقوں سے واقف ہونے لگے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی بہت سی نصیحتیں اور دانش و حکم کے موتی مختلف اقوام میں آج بھی ضرب المثل ہیں۔ آپ کے اقوال درج ذیل ہیں۔

1- حکمت روح کی زندگی ہے۔

2- جو شخص مناسب ضروریات زندگی سے زیادہ کا طالب ہوا وہ کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔

3- خدا کی بے انتہا نعمتوں اور اس کے احسانات کا شکریہ انسانی طاقت سے باہر

4- دوسروں کی خوشی اور آسودگی پر حسد مت کرو اس لیے کہ یہ بھی چند روزہ مسرت ہے

5- جو شخص علم میں کمال حاصل کرنے اور نیک خصلت بننے کا ارادہ مند ہو اسے جہالت کی باتوں اور بدکاروں سے بچنا چاہیے۔ یاد رہے کہ ایک کاریگر جو سلائی کرنا چاہتا ہے وہ سوئی ہاتھ میں لیتا ہے کہ برما۔

6- اللہ پر ایمان کے ساتھ صبر فتح مندی کا باعث ہے۔

7- جھوٹی قسم نہ کھاؤ اور نہ ہی خدا کے نام کو قسموں کے لیے تختۂ مشق بناؤ اور نہ ہی جھوٹے انسان کو قسمیں کھانے پر آمادہ کرو ایسا کرنے سے تم بھی گناہوں میں شریک ہو جاؤ گے۔

8- خدا کی یاد اور عمل صالح کے لیے خلوت نیت شرط ہے۔

9- سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرے اور پروردگار کے سامنے انسان کی سفارش اس کے نیک اعمال کریں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربی ہے (ترجمہ) اور اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر کیجیے بے شک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبے تک پہنچایا۔ (مریم ۴۶)

❖❖❖❖❖❖

Marfat.com

قوم حضرت نوح علیہ السلام

(3761 قبل مسیح تا 2882 قبل مسیح)

''حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی 28 سورتوں میں آیا ہے۔ تورات کے مطابق خلق آدم علیہ السلام کے 1056 سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ آپ علیہ السلام کے والد کا نام ''لمک'' اور والدہ کا نام سخا بنت انوش تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام ''یشکر'' تھا۔ آپ علیہ السلام کو 50 برس کی عمر میں نبوت ملی۔ طوفان نوح علیہ السلام 3232 ق م میں آیا۔ طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر 599 سال 1ماہ اور 17 دن تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس دنیا میں 950 سال کا عرصہ گزارا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نماز جنازہ فرشتوں نے پڑھائی۔''

آپؑ حضرت ادریسؑ کے پوتے تھے دریائے دجلہ و فرات کا درمیانہ علاقہ

Marfat.com

آپؑ کا مسکن تھا۔ جسے کلدانیہ اور بابل بھی کہا جاتا اس کا پہلا نام ''کالڑیہ'' اور موجودہ نام عراق ہے۔

حضرت نوح کی قوم کے لوگ اپنی تنومندی، جباری اور طویل عمری میں مشہور تھے یہ لوگ فسق و فجور میں بہت آگے نکل چکے تھے۔ توحید باری تعالیٰ اور مذہب و اخلاق سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اوہام پرستی اور بت پرستی ان کا شعار تھی، بعض غیر قرآنی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قوم نوحؑ میں بت پرستی کی ابتدا ایسے ہوئی کہ ان کے بعض نیک طبیعت لوگ جب انتقال کر گئے تو عقیدت واحترام کے جذبے کے تحت ان کی تصویریں بنا ڈالیں تاکہ ان کی اچھائیاں یاد رکھی جائیں۔ زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ان تصویروں میں بھی تبدیلی آتی گئی، یعنی ان تصویروں کے مجسمے تراش لیے تھے۔ جن کے نام ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر تھے، اور پھر رفتہ رفتہ یہی لوگ دیوتا بن گئے۔ چنانچہ شرک میں ڈوبی ہوئی اس گمراہ قوم کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو راہ حق پر چلنے کی دعوت دی۔ اور بت پرستی چھوڑ کر توحید الٰہی کے راستے پر گامزن ہونے کی تبلیغ فرمائی۔ لیکن خود سر لوگوں نے آپ کا کہا نہ مانا بلکہ آپ کی تحقیر و تذلیل پر اتر آئے اور مختلف طریقوں سے آپ کو اذیتیں دینے لگے۔ گنتی کے چند غریب اور کمزور لوگ آپ کے پیروکار بن گئے تھے لیکن قوم کے دیگر افراد ان کا بھی مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم بے شعور ہو۔ سمجھ نہیں رکھتے۔ تمہاری اپنی کوئی رائے نہیں ہے۔ اور اسی بے وقوفی کی وجہ سے تم نوح علیہ السلام کی باتوں میں آ گئے ہو۔ بعض افراد حضرت نوح سے یہ کہتے کہ اگر آپ ان مفلس اور کمزور لوگوں کو اپنے دین سے خارج کر دیں تو پھر ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار ہیں وہ اپنی برتری یا طاقت کے تکبر میں نوح علیہ السلام کے کمزور ساتھیوں میں شامل ہونا اپنی توہین و ہتک سمجھتے تھے مگر حضرت نوح علیہ السلام انہیں ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا یہ افراد تمہاری نظروں میں حقیر سہی۔ سعادت کی جاہ و حشمت،

Marfat.com

مال و دولت اور طاقت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اللہ کے ہاں سرخروئی حاصل کرنے میں ان چیزوں سے مدد مل سکتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس آخرت کی نجات کا دارومدار طمانیت نفس، خوف خدا رضائے الٰہی اور اخلاص نیت و عمل پر ہے۔

لیکن آپ کے پند و نصائح کا اس قوم پر کوئی اثر نہ ہوتا بلکہ آپ تبلیغ میں جتنی زیادہ سرگرمی دکھاتے وہ لوگ اور زیادہ مخالفت اور بغض عناد میں سرگرمی کا اظہار کرتے۔ انہوں نے ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل اختیار کیے۔ قوم کے امیروں اور سرداروں نے لوگوں کو اپنے مذہب پر شدت سے جمے رہنے کی تاکید کی۔

قوم کے بعض افراد نے کہا تم مال و منصب کی خواہش میں یہ سب کچھ کر رہے ہو۔

آپؑ نے فرمایا ''اے قوم میں اس (نصیحت) کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں میرا صلہ تو خدا کے ذمہ ہے..... ترجمہ (ھود ۲۹)''

قوم نے کہا تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو پھر تمہیں پیغمبری کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ کیا خدا کے پاس فرشتے نہیں تھے؟

آپ نے فرمایا۔ ''آخر اس میں تعجب کی کیا بات ہے خدا نے کسی ایک فرد کو منصب رسالت کے لیے چن لیا۔ تم انسان ہو تمہاری ہدایت کے لیے انسان ہی بھیجے جائیں گے تم فرشتے ہوتے تو ہدایت کے لیے فرشتے آتے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام تبلیغی مکالموں مناظروں اور پیغامات حق کو سورہ ہود میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت نوح نے قوم کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی انتھک کوشش کی جب وہ کسی طرح نہ مانی تو نوح علیہ السلام نے عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کہا کہ خدا کو ناراض کر کے ہلاکت کو دعوت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ غرور و تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے اپنی گزشتہ بداعمالیوں سے توبہ کرو اور خدائے وحدہ

لاشریک کے حضور جھک جاؤ وہ یقیناً تمہارے گناہ بخش دے گا۔ لیکن اگر تم ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور برے کاموں سے باز نہ آئے تو تمہیں زیادہ مہلت نہ ملے گی۔ اور مجھے ڈر ہے کہ خدا کا قہر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے آئے۔

اس قوم کے دل گمراہی، بت پرستی اور بدکاری کی تاریکی سے اتنے زنگ آلود ہو چکے تھے۔ کہ حضرت نوحؑ کی سالہا سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود انہوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ مجبور ہو کر جب حضرت نوح نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ اس پر بھی خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ کہنے لگے جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آ جائے گا) وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس بات کے جواب میں فرمایا کہ عذاب تو اللہ ہی کے قبضے میں ہے وہی بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ کب لے آئے گا۔ میں تو فقط اس کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اور اس کا پیغام تمہیں پہنچا دیا۔ ہاں اگر تم عذاب الٰہی کے اتنے ہی خواہاں ہو اور میری صداقت کو عذاب دیکھ کر ہی پرکھنا چاہتے ہو تو اللہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ آخر جب ڈھٹائی حد سے گزر گئی۔ اور نوح علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچا اور قوم کے عبرتناک انجام کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اس غم اور مایوسی کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت نوح علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ (ترجمہ) سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لائے گا۔ سو جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو۔ (ہود ع ۴)

اس وحی کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات کا پختہ یقین ہو گیا کہ ان کی قوم کا مرض لا علاج ہے اور آئندہ ان کی کوئی کوشش ثمر آور ثابت نہ ہو گی۔ تب آپ نے سوچا کہ پھر ایسی قوم کا زندہ رہنا نسل انسانی کے لیے کسی طرح بھی فائدہ مند نہیں وہ اس طرح کے جیسے یہ خود بدکار ہیں اسی طرح ان کی

Marfat.com

اولاد ضدی، ہٹ دھرم اور بدکار ہوگی اور روئے زمین پر بدکاری اور کفر پھیلانے کا باعث بنے گی، چنانچہ آپ نے تبارک وتعالیٰ کے حضور عرض کیا۔

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ کیونکہ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔ (نوح ع ۲)

سفینۂ نوح

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی سرکشوں کی سزا کا اعلان کر دیا حضرت نوح کو حکم ملا کہ ایک کشتی تیار کر لی جائے۔ تاکہ آپ خود اور ان پر ایمان لانے والے لوگ عذاب سے محفوظ رہیں۔ آپ نے کشتی بنانا شروع کر دی۔ لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگے کہ خشکی میں انہیں کشتی کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔ لیکن آپ حکم الٰہی کے مطابق کشتی بناتے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ کشتی مکمل ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات میں لکھا ہے۔

''تو گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی اپنے لیے بنا، کشتی میں کوٹھریاں تیار کرنا اور اس کے اندر اور باہر دال لگانا اور ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ ہو۔ اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اس کی اونچائی تیس ہاتھ ہو اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جیتے بچیں۔ وہ نر و مادہ ہوں اور ہر پرندوں کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی قسم میں سے اور زمین پر رینگنے والوں کی ہر قسم سے دو دو تیرے پاس آئیں تاکہ وہ جیتے بچیں، اور تو ہر طرح کی کھانے کی چیز لے کر اپنے پاس جمع کر لینا اور نوح نے یونہی کیا (کتاب پیدائش باب ۶ ع ۴ تا ۲۴)''

Marfat.com

طوفان

اب سرکش اور گمراہ لوگوں کی سزا کا وقت آ پہنچا، اور عذاب الٰہی کی علامات ظاہر ہونے لگیں یہ پانی کا عذاب تھا۔ تورات میں مذکور ہے کہ بارش ہونے لگی۔ دریاؤں میں بے پناہ سیلاب آ گیا۔ ہر شے اس کی لپیٹ میں آ گئی ساتھ ہی طوفانی ہواؤں سے اونچی اونچی موجیں اٹھنے لگیں اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے پیروؤں کو کشتی میں بٹھا لو اور عام جانوروں کا ایک ایک جوڑا اور اپنی خوراک کا سارا سامان بھی کشتی میں رکھ لو اور ہماری قدرت کا تماشہ دیکھو۔

پانی کا طوفان لحظہ بہ لحظہ بڑھتا رہا۔ چالیس دن اور چالیس رات پانی برستا رہا۔ یہاں تک کہ سب سے اونچی پہاڑیاں بھی پانی میں غرق ہو گئیں۔ انسانی چرند پرند سب ہلاک ہو گئے حضرت نوح کی کشتی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ایک مدت تک تیرتی رہی۔ ڈیڑھ سو دن کے بعد پانی زمین پر کم ہونا شروع ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔

آخر خدا کے حکم سے پانی آہستہ آہستہ اترنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ خشک زمین نکل آئی اور کشتی میں سوار ہونے والوں نے امن و سلامتی کے ساتھ دوبارہ اللہ کی زمین پر قدم رکھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا کنعان ان پر ایمان نہ لایا تھا، وہ نافرمان اور سرکش تھا چنانچہ جب طوفان نمودار ہوا اور لوگ پانی میں غرق ہونے لگے تو حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو پکارا کہ کشتی میں آ جاؤ اس نے جواب دیا کہ میں جلد کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔ وہ مجھے غرقابی سے بچا لے گا حضرت نوح نے کہا کہ بدبخت کس خیال خام میں ہے یہ کوئی معمولی سیلاب نہیں بلکہ عذاب الٰہی کا طوفان ہے آج اس رحمت کے سوا کس میں قدرت ہے کہ بچا سکے۔" اسی دوران ایک موج آئی اور وہ غرق ہو گیا۔

Marfat.com

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: ''اور دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔'' (ہود ع ۴۳)

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسب نسب یا کوئی اور شے بجز نیک اعمال کے بخشش کا موجب نہیں بن سکتی۔

حضرت نوح نے نو سو پچاس برس کی عمر پائی۔

آپ کی عمر چھ سو برس تھی جب طوفان آیا۔ کنعان کے علاوہ آپ کے تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے جن کی نسل بنو سام، بنو حام اور بنو یافث کہلاتی ہے۔ تورات کا بیان ہے کہ جزائر میں رہنے والی قومیں یافث کی اولاد سے ہیں۔

حام کے چار بیٹوں میں سے ایک کا نام کوش تھا نمرود کوش کی ہی نسل سے تھا۔

سام کے پانچ بیٹے تھے ایک کا نام ارفخشد تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی نسل تھے۔

حضرت نوح کی دعا۔

''اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اسے اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتوں کو اور ظالموں (مشرکوں) کی تباہی (روز بہ روز) بڑھاتا جا۔ (نوح ع ۲)''

اے میرے رب میری مدد فرما کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ (المومنون ع ۲)

کتابیات

1- یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پانچ ہزار تین سو پچھتر برس پہلے کا ہے۔ (رحمتہ اللعالمین جلد سوم صفحہ ۱۲۴)

۲۲۸۳ تا ۲۸۸۲ ق م

❖❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد

(2500 قبل مسیح)

"حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی سورتوں، اعراف، ہود، شعراء میں آتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام جس قوم پر نبی بنا کر بھیجے گئے اسے قوم عاد کہتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کے والد کا نام (سلح Salah) تھا۔ آپ علیہ السلام کو 20 برس کی عمر میں نبوت ملی۔ آپ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد چار ہزار تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے 464 برس عمر پائی آپ علیہ السلام کی تاریخ وفات 15 شعبان ہے۔ آپ کی نماز جنازہ فرشتوں نے پڑھائی۔"

بہت عرصہ گزرا عرب میں ایک نہایت طاقتور قوم آباد تھی جسے عاد کہا جاتا ہے۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل عرب اور

Marfat.com

اطراف عرب میں پھیلی۔ عاد سام کی نسل سے تعلق رکھتے تھے جس کے مختلف گروہوں کو امم سامیہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قوم ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب تھی اسی لیے اسے عاد ارم بھی کہتے ہیں۔ قوم نوح کے بعد قوم عاد نے شوکت و عظمت میں ممتاز درجہ حاصل کیا۔

کہتے ہیں کہ قوم عاد کا خاص مسکن یمن سے خلیج فارس کے دہانے تک جنوبی عرب میں اور ساحل خلیج فارس کے ساتھ ساتھ عراق تک تھا گویا یمن، حضرموت، عمان، قطر، احسار میں اس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مرکزی مقام احقاف تھا۔ (احقاف کے معنی ہیں ریت کے ٹیلے)

برادر عاد کو یاد کرو جب احقاف میں اس نے اپنی قوم کو ڈرایا۔

(الاحقاف ع۳)

جو حضرموت کے شمال، عمان کے مغرب اور ربع الخالی کے جنوب میں واقع ہے آج احقاف میں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن اس زمانہ میں یہ علاقہ عرب کا سرسبز و شاداب خطہ ہوگا مصر کے مشہور مورخ شیخ عبدالوہاب نجار نے اپنی کتاب قصص الانبیاء میں حضرموت کے سید عبداللہ بن احمد کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ قدیم ہلاک شدہ قوموں کے مسکنوں کا کھوج لگانے کے لیے حضرموت کے شمالی میدان میں مقیم تھے انہوں نے بڑی جدوجہد کے بعد ریت کے ٹیلوں کی کھدائی سے سنگ مرمر کے بعض ظروف حاصل کیے جن پر خط مسماری میں تحریریں موجود تھیں لیکن روپیہ نہ ہونے کے باعث ہم لوگ اپنے کام کو مکمل نہ کر سکے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں ایک زمانے میں عاد کی آبادیں تھیں۔

عاد بت تراشی میں ماہر تھے اور اپنے پیشروؤں کی طرح دیوی دیوتاؤں کے بت بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کے بتوں کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے حضرت نوح کی قوم کے بعد پہلے بت پرستی کرنے والے یہی تھے۔

Marfat.com

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے جس خطے میں قوم عاد آباد تھی وہ عرب کا نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہوگا۔ کلام پاک کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاد کے مساکن میں باغات اور چشموں کی فراوانی تھی لوگ خوشحال تھے اور انہیں ہر طرح کی آسائش میسر تھیں۔"

ترجمہ: "تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے اس عاد ارم کے ساتھ کیا کیا جو بڑی بڑی عمارتوں (ستونوں) والے تھے جن کی نظیر دنیا میں نہیں پیدا کی گئی۔" (الفجر ع)

عرب کے مختلف علاقوں کے علاوہ افریقہ کا ایک بڑا حصہ بھی ان کے زیر نگیں تھا۔ عاد اپنی خوش حالی، دولت و ثروت اور فنکاری کے لحاظ سے تمام عصر قوموں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اس شوکت و جبروت نے انہیں متکبر، ظالم اور سرکش بنا دیا تھا اپنے مقبوضہ ممالک میں اکڑتے پھرتے تھے چھوٹی چھوٹی اور کمزور قوموں پر ناجائز تشدد اور ظلم ان کا شیوہ بن چکا تھا اپنے مقابلے میں ہر قوم کو ہیچ سمجھتے تھے۔ خوف خدا سے ان کے دل بالکل خالی ہو چکے تھے، اپنی قوت کے زعم میں کسی ادنیٰ، اعلیٰ کو خاطر میں نہ لاتے اور فخریہ کہا کرتے کہ روئے زمین پر ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں۔

جب عاد نخوت و تکبر اور سرکشی میں حد سے بڑھ گئے اور بنی نوع انسان پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے لگے اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہو کر ہر قسم کے فسق و فجور کرنے لگے ان میں انسانیت اور اخلاص کا کوئی شائبہ باقی نہ رہا تو ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہود علیہ السلام معبوث ہوئے۔ جو عاد کی سب سے زیادہ معزز شاخ خلود سے تعلق رکھتے تھے۔

جتنے بھی انبیاء کرام گزرے ہیں توحید کی دعوت ان کی تعلیم کا بنیادی جزو رہی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم مشرک اور بت پرست تھی خدائے وحدہ لاشریک سے یکسر بیگانہ اور باطل کی پرستار تھی۔ لہٰذا حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں دعوت حق پہنچائی اور خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے سربہ سجود ہونے کی

Marfat.com

تبلیغ کی۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا مرض جس میں قوم عاد مبتلا تھی وہ تکبر اور غرور تھا جس نے انہیں اپنی حیثیت سے غافل اور خدا سے سرکشی اور کمزوروں کے حق میں ظالم و جابر بنا دیا تھا اور اپنی طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں انہوں نے عرب اور دوسرے محکوم علاقوں میں لوٹ کھسوٹ بدامنی اور فساد برپا کر رکھا تھا حضرت ہود نے قوم عاد کے مرض کی طرف زیادہ توجہ دی۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات جتلاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی بے شمار نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے تمہیں ہر قسم کا عیش و آرام میسر ہے تم سرسبز و شاداب علاقوں کے مالک ہو۔ تمہیں مال و دولت، چشمے، باغات چوپائے، ہر چیز میسر ہے قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں عظمت و شوکت عطا کی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم زمین میں غرور کرو اپنی طاقت اور قوت پر اتراتے پھرو، ناتواں پر ظلم کرو۔ لوگوں کا حق چھینو۔ برائی اور بھلائی میں کوئی فرق روا نہ رکھو۔ محض اس لیے کہ تم سے بڑا روئے زمین پر اور کوئی نہیں جو تم سے باز پرس کرے۔ اگر تم ان تمام برائیوں اور فسق و فجور کو چھوڑ کر اپنے اخلاق درست کر لو خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ کر اس کی طرف رجوع کرو تو وہ تمہارے زور و قوت اور تمہاری آسودگی میں اور ترقی دے گا اور تم فلاح پاؤ گے لیکن اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی تو یاد رہے کہ جس خدا نے تمہیں بنایا ہے اور ان احسانات سے نوازا ہے وہ تمہارے سوا کسی اور کو بھی حکومت بخش سکتا ہے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

کلام پاک میں کئی جگہ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور تعلیم حق کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے رشد و ہدایت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ کہا کہ میں رسول ہوں اور اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ہدایت لے کر آیا ہوں۔ عبادت اور بندگی کے لائق صرف خدائے وحدہ لاشریک کی ذات ہے اسی کے سامنے جھکنا چاہیے یہ بت جنہیں تم پوجتے ہو نہ خدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ بندگی کے

Marfat.com

لائق ہیں۔ یہ عظیم الشان سلطنت، دولت اور قوت جو تمہیں حاصل ہے خدا ہی کی رحمت اور بے پایاں عنایت ہے اور اس کے عوض میں اس کے احسانات کا شکریہ تم پر واجب ہے ان باطل خداؤں کو چھوڑ کر حقیقی خدا کے پرستار بنو اور اس کے احکام پر عمل کرو۔

قوم عاد میں برائیاں ایسی جڑ پکڑ چکی تھیں اور بت پرستی کا تصور ان کے ذہنوں میں اتنا پکا اور راسخ ہو چکا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام کے پند و نصائح کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ غرور و تکبر کے نشے میں اتنے بدمست ہو چکے تھے کہ رشد و ہدایت کی اس آواز پر کان دھرنے سے قاصر تھے۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کا پیغام سننا ہی پسند نہ کیا بلکہ نخوت و غرو سے حضرت کی دعوت کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ تمہیں (نعوذ باللہ) عقل نہیں اور تم جھوٹے ہو جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر خدا نے پیغمبر بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو یہ اعزاز دے کر بھیجتا نا کہ ہمارے جیسے ہی آدمی کو، اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی ان پر یہی اعتراض کیا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ فرشتے کو رسول بن کر آنا چاہیے تھا، تمہاری نادانی پر مبنی ہے۔ تمہیں اپنی ہی قوم کے فرد پر خدا کا پیغام نازل ہونے پر یقین ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے انہیں میں سے کسی شخص کو چن کر اپنا رسول بنا لیتا ہے اور اسی بندے کی معرفت تمام بندوں کو اپنے احکام سے آگاہ کرتا ہے فطرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ قوم کی ہدایت کے لیے ایسے ہی شخص کا انتخاب کیا جائے جو انہیں میں سے ہو۔ انہیں کی زبان بولتا ہو انہیں کے اخلاق و عادات رہن سہن اور تہذیب و تمدن کو اچھی طرح جانتا ہو انہیں میں زندگی بسر کر رہا ہو اور قوم کے دوسرے لوگ بھی اس سے واقف ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے ہر چند انہیں سمجھایا مگر انہوں نے اپنے اطوار نہ

Marfat.com

بدلے اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے بلکہ یہ کہہ کر تمسخر اڑایا کہ حضرت ہود علیہ السلام چونکہ ہمارے دیوتاؤں کو برا کہتے تھے لہٰذا دیوتاؤں نے انہیں کچھ کر دیا ہے۔

جب مغرور اور سرکش قوم کو سمجھانے کی تمام کوششیں بے کار گئیں تو حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ کا وہ عذاب یاد دلایا جس نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ان کی سرکشی اور بداعمالیوں کی بنا پر تباہ و برباد کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ گمراہوں کی ہدایت کے لیے خدا اپنا رسول بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے مجھے مبعوث فرمایا اور میں نے ہر ممکن طریقہ سے تمہیں سمجھایا اور تمہاری اصلاح کی کوشش کی مگر تم کسی طرح نہیں مانتے تو اس کا نتیجہ اللہ کے عذاب کے سوا اور کیا ہوگا تم سے پہلی قوموں کی مثالیں تمہارے سامنے ہیں کیوں ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ میں تمہیں آخری مرتبہ خبردار کرتا ہوں اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے اعمال درست کر لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا ورنہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ہدایت آ چکی اس کے باوجود تمہاری سرکشی یقیناً تمہاری تباہی کا باعث ہوگی۔

قوم نے شدت سے آپ کی مخالفت جاری رکھی اور آپ کو جھٹلاتی رہی۔ کہنے لگے، ہم تو انہیں کی پرستش کریں گے جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں تمہاری یہ نصیحتیں ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ اگلے لوگ بھی اس طرح کی بیکار باتیں کرتے آئے ہیں ہم پر عذاب وغیرہ نہیں آ سکتا۔

آخر سرکش، باغی اور نافرمان لوگوں کی پاداش عمل کا وقت آ پہنچا۔ غیرت حق جوش میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے قوم عاد کی بڑے بڑے ستونوں اور عالیشان عمارتوں والی بستیاں تیز آندھی کے طوفان سے تہس نہس ہو گئیں۔ یہ طوفان سات راتیں اور آٹھ دن متواتر چلتے رہے اور وہ جو طاقتور قوی ہیکل انسان تھے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ جہاں عاد کی عالیشان عمارتیں قائم تھیں آج وہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

سورۃ الزاریات میں ہے۔

ترجمہ: ''اور قوم عاد کے ہلاک ہونے میں بھی قدرت خدا کی بہتر نشانیاں ہیں جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی جس چیز سے ہو کر گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح (چورا) کیے بغیر نہ چھوڑتی۔''

قرآن نے انسانوں کو عبرت دلانے کے لیے قوم عاد کا ذکر بار بار کیا۔

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ ایک آندھی ہے جس میں درد ناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی۔ چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا، ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے سو چونکہ وہ لوگ آیات الہیہ کا انکار کرتے تھے اس لیے نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس بات کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔'' (الاحقاف ع ۳)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مومنین ساتھی قوم عاد کی تباہی کے بعد حضرموت کی طرف ہجرت کر آئے تھے اور وہیں وفات پائی۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

(2400 قبل مسیح)

''حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی سورتوں، اعراف، ہود، شعراء میں ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام کے والد کا نام ''عبید'' تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی عمر 280 برس اور بعض جگہ 85 برس لکھی گئی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو نبوت 45 برس کی عمر میں ملی۔ قوم ثمود پر عذاب الٰہی اتوار کے دن نازل ہوا۔ جو کہ کڑک اور ہیبت ناک آواز کی صورت میں تھا۔''

جب حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد اپنی گمراہیوں اور بدکاریوں کے سبب اپنے انجام کو پہنچی تو اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد قوم ثمود نے عرب میں بڑا نام پایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی سے ایک شخص کا نام ثمود تھا جس

Marfat.com

کی طرف یہ قوم منسوب ہے۔ قوم عاد کی طرح یہ لوگ بھی بہت زبردست تھے اور سنگ تراشی میں انہوں نے کمال حاصل کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر بڑے عالیشان مکان بنا لیے تھے جو نقش و نگار سے آراستہ تھے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ثمود کی بستیاں حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ میں پھیلی تھیں اس قوم کا ابتدائی مقام ''الحجر'' کہلاتا ہے آج اسے مدائن صالح کہتے ہیں اور یہ حجاز ریلوے کا مشہور سٹیشن ہے جو مدینہ منورہ سے دمشق جاتی ہے ثمود کی بستیوں کے کھنڈر اور آثار اب بھی وہاں موجود ہیں جن میں ارامی اور ثمودی خط میں کتبے منقوش ہیں۔

ثمود بھی باطل کے پرستار اور مشرک تھے قوم عاد کی طرح انہیں بھی اپنی دولت اور طاقت پر بڑا ناز تھا اللہ تعالیٰ سے باغی ہو چکے تھے لہو و لعب میں مصروف رہتے اور سزا و جزا سے بے نیاز ہو کر بے خوف و خطر ہر قسم کی برائیاں کرتے۔

قوم عاد کی طرح ثمود بھی دنیاوی معاملات میں نہایت سمجھدار اور عقل مند تھے لیکن شیطان کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے تھے شیطان نے ان کی بدکاریوں کو ان کی نظروں میں خوبصورت بنا کر انہیں راہ راست سے بھٹکا رکھا تھا۔ یہ ان قوموں کے کتبات کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے یہ قومیں مختلف آبادیوں میں تقسیم ہوتی تھیں اور ہر آبادی میں دو بڑی عمارتیں ضرور ہوتی تھیں ایک بیت یعنی گھر جس میں اس قوم کا حاکم رہتا تھا اور ایک ہیکل یعنی مندر جس میں اس کے پجاری رہتے تھے اور یہ دونوں مل کر لوگوں پر حکومت کرتے تھے ہر آبادی کا حاکم الگ ہوتا تھا اس طرح ہر مندر یعنی ہیکل میں دیوتا کا بت بھی جدا ہوتا تھا جو اس گاؤں کا محافظ خیال کیا جاتا تھا۔ جب دو آبادیوں کے رہنے والوں میں جنگ ہوتی تو یہ دو دیوتاؤں میں جنگ تصور کی جاتی فاتح قوم مفتوح قوم کے دیوتاؤں کو اٹھا کر لے جاتی اور پھر مفتوح قوم اپنے دیوتاؤں کو واپس لینے کے لیے دوبارہ لڑائی یا ان کی منت سماجت کر کے اپنے دیوتا واپس لیتی پرانے کتبات

Marfat.com

میں سے اس قسم کی باتیں عام ملتی ہیں۔ یہ لوگ حیات بعد موت کے قائل نہیں تھے کہتے تھے کہ زندگی اور موت اس مادہ اور اسی عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس مادی کائنات کے علاوہ نہ اور کوئی دنیا ہے اور نہ کوئی زندگی یہ ہے دہریت کا فلسفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ثمود کو گمراہی اور ذلت کے تاریک گڑھے سے نکالنے کے لیے انہیں سے حضرت صالح علیہ السلام کو معبوث فرمایا تاکہ وہ انہیں توحید کا درس دیں اور سیدھی راہ پر لگائیں۔

حضرت صالح نے اپنی قوم کو بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کے آگے جھکنے کی تلقین کی لیکن جیسا کہ ان سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ہوتا آیا تھا۔قوم نے ایک نہ سنی بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تمسخر اڑایا۔

چند غریب لوگ حضرت صالح پر ایمان لے آئے تھے لیکن قوم کے سربر آوردہ لوگ انہیں بے حد پریشان کرتے اور ان کا بھی مذاق اڑاتے وہ ان سے پوچھتے کہ کیا یہ سچ ہے کہ صالح علیہ السلام خدا کے رسول ہیں، پھر طنز سے کہتے کہ ایسے رسول کو تو تم مانو ہم نہیں مانتے۔

قوم ثمود کو حضرت صالحؑ کی نبوت کا یقین نہیں آتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صالحؑ سے کہا کہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔

حضرت صالح نے ان سے کہا کہ تم کیا معجزہ چاہتے ہو۔ جندع ابن عمرو ایک شخص ثمود میں سردار تھا اس نے پہاڑ میں سے حاملہ اونٹنی پیدا ہونے کا معجزہ چاہا۔ حضرت صالح نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی اور خدا کے حکم سے ٹھوس چٹان پھٹ گئی اور اس سے ایک نہایت قوی الجثہ اونٹنی برآمد ہوئی جس نے ظاہر ہونے کے بعد بچہ دیا۔

چنانچہ ظہور ناقہ کے بعد آپ نے قوم کو ہدایت فرمائی کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس سے تعرض نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

یہ معجزہ دیکھ کر جندع ابن عمرو اور چند شخص ایمان لائے (معجزہ نما حمائل

Marfat.com

شریف فوائد صفحہ ۲۵۳۔ از مولانا اشرف علی تھانوی)

اتفاق سے اس علاقے میں پانی کم ہو گیا علاقے کے چشمے اور تالاب پہلے کی طرح آبادیوں کی ضرورتیں پوری نہ کر سکے تو لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے باریاں مقرر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ناقۃ اللہ کے متعلق ہمارے مفسرین کا بیان ہے۔

وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی لوازم اور آثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ (مولانا شبیر احمد عثمانی، فوائد صفحہ ۲۰۷ ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند)

ادھر قوم معجزہ کی اونٹنی سے سخت پریشان ہو چکی تھی بالآخر ان مفسدوں نے حضرت صالح کے انتباہ کو فراموش کر کے اللہ کی اونٹنی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ ایک دن موقع پا کر انہوں نے اپنے سرغنہ کو بلایا اور وہ بد بخت تیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت صالح نے پھر تنبیہہ فرمائی اور روکنا چاہا مگر قوم جو خود اپنی ہلاکت کو آواز دے رہی تھی نہ مانی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر ڈالا۔

معجزہ کی اونٹنی کو ہلاک کرنے کے بعد مفسدوں اور اشراء نے حضرت صالح کو چیلنج کیا اور ان سے اس عذاب کو طلب کیا جس سے وہ قوم کو ڈراتے تھے گویا اپنی ہلاکت کا سامان کرنے کے بعد اب اس ہلاکت کو آواز دے رہے تھے۔

اس حرکت کے باوجود حضرت صالح نے اللہ کے حکم سے مزید موقع دیا کہ وہ اپنی بدعملیوں سے توبہ کریں اور اللہ پر ایمان لے آئیں اس طرح ان کا گناہ معاف ہو سکتا تھا لیکن وہ بد بخت نہ مانے۔

بالآخر حکم الٰہی کے مطابق حضرت صالح نے قوم کو تین دن کی مہلت عطا

Marfat.com

کیے جانے اور اس کے بعد عذاب کی آمد کی خبر دی اور کہا کہ اگر تم نے توبہ نہ کی تو یقیناً اللہ کا عذاب تم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا پھر تمہیں کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔

مولانا اشرف علی لکھتے ہیں۔

''شہر کے لوگ عذر کرنے لگے کہ ان نو آدمیوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا ہے ہم بے قصور ہیں آپ نے فرمایا کہ دیکھو اس کے بچہ کو ڈھونڈو، اگر وہ بچہ تم کو مل جائے تو شاید عذاب ٹل جاوے۔ وہ بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور پتھر میں غائب ہو گیا۔'' (معجزہ نما حمائل شریف صفحہ ۲۵۴)

اگر کسی قوم کو دنیاوی جاہ و چشم، عزت، دولت اور خوشحالی میسر ہو۔ اس کے ملک میں عالیشان محلات، عمدہ باغات اور سرسبز و شاداب کھیتیاں ہوں لیکن وہ خدا کی نافرمانی اختیار کرے اس کے حکموں کو ٹھکرانے لگے تو وہ یقیناً سزا کی مستوجب ٹھہرے گی۔ تاریخ ایسی قوموں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جو سرکشی اور نافرمانی کے باعث ہلاک ہوئیں۔ اس سے پیشتر حضرت ہود کی قوم عاد کی تباہی کا ذکر آ چکا ہے۔ حضرت صالح نے اپنی قوم کو عاد کی مثال اس لیے دی تھی کہ وہ عبرت پکڑیں مگر وہ جاہ و چشم اور عیش و عشرت کے نشے میں سرشار ہو کر بدمستیوں پر اترے ہوئے تھے اور تنبیہہ کے باوجود اونٹنی کو مار ڈالا۔

اب کفار کے سردار حضرت صالح کے قتل کی سازش کرنے لگے آپس میں معاہدے اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو آپ کے مکان پر ٹوٹ پڑیں اور گھر والوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں پھر کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو کہہ دیں کہ ہمیں تو خبر نہیں ہم موقعہ ہلاکت پر موجود ہی نہیں تھے وہ یہ تدبیر کر رہے تھے اور خدا کچھ اور تدبیر کر رہا تھا ان کو ڈھیل دی جا رہی تھی کہ اپنی شرارتوں کی تکمیل کر لیں تا کہ مستحق عذاب ہونے میں ذرا سی بھی حجت اور عذر باقی نہ رہے۔

سورہ نحل میں ان سرکش سرداروں کے اس مشورہ اور سازش کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہو چکی اور تین دن کی مہلت گزر گئی تو چوتھے دن آسمان سے ایک ایسی ہولناک کڑک کی آواز سنائی دی جس کے سامنے بجلی کی کڑک بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی جو شخص جہاں اور جس حالت میں تھا ایک بے جان لاش بن کر رہ گیا۔

خدا کی قدرت کاملہ کا نظارہ دیکھیں کہ کافر و مومن رلے ملے ایک بستی میں آباد ہوں مگر عذاب آئے تو گن گن کر کافروں اور سرکشوں کو ہلاک کرے اور ایک مومن کو بھی نہ چھوئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ کسی قوم کو اپنی قہاری اور جباری کی بنا پر ہلاک نہیں کرتا بلکہ جو قوم بھی ہلاک ہوئی اس نے اپنی بداعمالیوں اور کفر و گناہ کی بنا پر خود اپنی تباہی کا سامان کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے تک ثمود کی بستیوں کے نشانات وادی القریٰ میں موجود تھے اور عرب جو تجارتی قافلوں کے ساتھ حجاز سے ملک شام کو جاتے تھے وہ ان سے ہو کر گزرتے تھے۔

بعض احادیث کے مطابق تبوک جاتے وقت آنحضرت ﷺ کا گزر جب ثمود کی ویران بستی پر ہوا تو آپ نے صحابہ کو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی پیدائش اور چلنے پھرنے کی جگہ بتائی اور جس کنویں سے وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اس کے سوا اور کنوؤں کے پانی کو منع فرمایا اور کہا کہ جب تک اس بستی سے گزر نہ ہو جائے استغفار کرتے رہیں دوسرے کنوؤں کے پانی سے صحابہؓ نے جس قدر آٹا گوندھ لیا تھا آپ نے اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسی بستیوں میں داخل ہو تو خدا سے ڈرتے، عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہو۔

❖❖❖❖❖❖

حضرت ہود علیہ السلام اور شداد

(2200 قبل مسیح تا 1700 قبل مسیح)

''سب سے پہلے عرب بادشاہ کا نام عاد تھا۔ قوم عاد کے عروج کا زمانہ 2200 ق م سے 1700 ق م تک رہا شداد کے ضمن میں یوں ہے کہ شدید و شداد عاد کے دو بیٹے تھے شدید جو شام کے علاقے کا حکمران تھا۔ جب وہ انتقال کر گیا تو اس کی جگہ اس کا بھائی شداد بادشاہ بنا۔ وہ دن رات اپنی حکومت کو وسیع کرنے کے کاموں میں مصروف رہتا۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام نے اسے بھی دعوت حق دی۔ لیکن اپنی قوم کی طرح وہ بھی ایمان نہ لایا اور کافر و مشرک مرا۔''

حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ شداد کا ذکر بھی آتا ہے کیونکہ شداد بھی قوم عاد میں سے تھا۔ اس قوم کے لوگ اتنے طاقتور تھے کہ زمین پر پاؤں مارتے تو

Marfat.com

گڑھا بن جاتا لیکن یہ سب کے سب نافرمان تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ روئے زمین پر ایسا کون ہے جو ہم سے زیادہ طاقت رکھتا ہو۔

جب عذاب الٰہی گھٹا کی صورت میں ان کی طرف آیا تو یہ قوم بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ بادل ہم پر ضرور برسے گا اور جب ہوا چلی تو قوم عاد نے کہا۔

"اے ہود علیہ السلام تو نے جس عذاب کی اطلاع ہمیں دی تھی
وہ تو ہمارے لیے سامان راحت ہے۔"

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ "نادانو ذرا صبر کرو۔ اس ہوا میں دکھ کی مار ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تم پر عذاب ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ تمام لوگ پہاڑوں کے دامن میں چلے گئے، جہاں ہوا کے لیے کوئی راہ نہ تھی اور یہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں گاڑ کر بیٹھ گئے اور اپنے چوپائیوں کو درمیان میں کر لیا اور کہنے لگے ہمارے تین طرف تو پہاڑ ہے اور ایک طرف ہم سب ہیں، دیکھتے ہیں کون سی ہوا ہے جو ہمارے بیچ سے گزرتی ہے اور وہ ہم پر کس طرح زور کر سکتی ہے۔ ان کے اس تکبر و غرور پر یکا یک رعد کی ایک خوفناک آواز آئی اور ہوا نے اس قدر زور کیا کہ ان کے ترشے ہوئے پتھروں کے مکان خس و خاشاک کی طرح ہو گئے۔ ہوا انہیں تنکوں کی طرح اڑاتی چلی گئی اور ان سب کا غرور و تکبر خاک میں مل گیا۔ دوسرے روز سورج نے وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نہ دیکھا۔

شداد کے ضمن میں یوں ہے کہ شدید و شداد عاد کے دو بیٹے تھے شدید جو شام کے علاقہ کا حکمران تھا، جب وہ انتقال کر گیا تو اس کی جگہ اس کا بھائی شداد بادشاہ بنا۔ وہ دن رات اپنی حکومت کو وسیع کرنے کے کاموں میں مصروف رہتا۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام نے اسے بھی دعوت حق دی لیکن اپنی قوم کی طرح وہ بھی ایمان نہ لایا اور کافر و مشرک مرا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے جب اسے یہ دعوت ایمان پیش کی اور خدائے

Marfat.com

واحد پر ایمان لانے کو کہا تو وہ بولا، اگر میں تمہارا دین اختیار کرلوں تو مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ ”حق تعالیٰ اس کے عوض تمہیں بہشت جاودانی عطا فرمائیں گے اور تم پر ہمیشہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہے گا۔“ حضرت ہود علیہ السلام نے اس کو اور بھی اچھی اچھی باتیں بتائیں جو آخرت میں اس کی نجات کا سبب بن سکتی تھیں لیکن شداد نے حضرت ہود علیہ السلام کی بھلی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ کہنے لگا ”اے ہود علیہ السلام تو مجھے بہشت کا لالچ دیتا ہے۔ میں نے بہشت کی جو صفات سنی ہیں، میں دنیا میں ایسی ہی بہشت بناؤں گا اور اس میں دن رات عیش کروں گا، لہٰذا مجھے تیرے خدا کی بہشت کی کیا ضرورت ہے۔“

چنانچہ اس نے اسی وقت اپنی حدود سلطنت میں قاصد دوڑا دیے۔ اپنے امیروں، وزیروں اور اکابرین کو خطوط لکھے کہ ملک میں جہاں بھی سطح میدان اور ہموار زمین ہو اسے منتخب کر کے اطلاع دی جائے، میں زمین پر بہشت بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

تلاش و جستجو کے بعد عرب کے علاقہ میں زمین کا ایک قطعہ جس کی لمبائی چالیس فرسنگ تھی، منتخب کر کے شداد کو اطلاع دی گئی۔ اس کے فوراً بعد شداد نے امیروں اور وزیروں کو حکم دیا کہ ماہرین اس کی پیمائش کریں اور ہر ماہر کے ساتھ سو سو کاریگر ہوں اور پھر یہ بھی حکم دیا کہ سارا خزانہ لا کر وہاں ڈھیر کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سونا چاندی، قیمتی دھاتیں مشک وغیرہ وہاں لا کر رکھ دیئے گئے۔ بعد ازاں زمین کو چالیس گز کی گہرائی تک کھود کر سنگ مرمر سے بہشت کی بنیادیں اٹھائی گئیں۔ دیواریں چاندی اور سونے کی اینٹوں سے مرصع کی گئیں۔ چھتیں اور ستون زبرجد اور زمرد (قیمتی پتھروں) سے بنائے گئے۔ صاحب قصص الانبیاء لکھتا ہے کہ دنیا میں ایسی بہشت کسی نے نہیں بنائی۔ بہشت کی تعمیر میں بھی انہوں نے اپنے فن کا کمال دکھایا، جس میں لگے ہوئے درخت نصف چاندی اور نصف سونے کے لگتے تھے اور پتیاں ان درختوں کی سبز زمرد سے جڑی تھیں اور

Marfat.com

ڈالیاں سرخ یاقوت سے مرصع تھیں اور انواع و اقسام کے میوے درختوں پر لگے تھے شہد، شراب اور دودھ کی نہریں رواں تھیں اور بہشت کے دروازے کے سامنے چار میدان بنائے گئے تھے یہاں میوہ دار درخت لگے ہوئے تھے۔ ہر ایک میدان میں سونے چاندی کی بے شمار کرسیاں اور تخت بچھے ہوئے تھے اور ہر کرسی کے سامنے طرح طرح کے اخوان، نعمتیں وغیرہ رکھی تھیں۔ چنانچہ دس برس تک پورے ملک سے خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں شداد اپنے ہاں اکٹھے کرتا رہا تاکہ وہ بہشت میں اس کی خدمت میں رہیں۔ آخر ایک روز اس نے سوچا کہ جا کر بہشت دیکھوں لیکن خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی جنت میں داخل ہو لہٰذا ایک روز کمال خواہش سے وہ اپنی بنائی ہوئی بہشت دیکھنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ بہشت کے نزدیک پہنچا تو اس نے اپنے غلاموں کو چاروں میدانوں میں پھیلا دیا اور اپنے ایک خاص غلام کو ساتھ لے کر بہشت میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ اس کے دروازے پر اسے ایک شخص کھڑا نظر آیا۔ شداد نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں ملک الموت ہوں۔ شداد نے کہا، یہاں کیوں آیا ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ میں یہاں تیری جان قبض کرنے آیا ہوں۔ شداد نے اس سے کہا کہ مجھے ذرا مہلت دے تاکہ میں اپنی بنائی ہوئی بہشت دیکھ لوں۔ ملک الموت نے کہا، خدا کا حکم نہیں ہے کہ تو اپنی بنائی ہوئی جنت میں داخل ہو کیونکہ تجھے دوزخ میں جانا تھا۔ شداد نے کہا، ٹھہرو میں گھوڑے سے اتر جاؤں۔ ملک الموت نے کہا نہیں۔ تب اس حالت میں کہ ایک پاؤں اس کا گھوڑے کی رکاب میں تھا اور دوسرا پاؤں اس کی بنائی ہوئی بہشت کے دروازے پر تھا کہ اس کی جان قبض کر لی گئی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ملک الموت کو دیکھ کر جب شداد کو اپنی جان بچتی نظر نہ آئی تو اس نے موت کے فرشتے سے کہا کہ میری موت اس حالت میں واقع ہو کہ میرا وجود نہ تو زمین پر ہو اور نہ آسمان پر بظاہر اس نے ایسی حیلہ گری سے کام لیا جو اس کے خیال میں ممکن ہی نہیں تھا لیکن اللہ کی حکمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے، چنانچہ اس کی موت

Marfat.com

گھوڑے کی پشت پر واقع ہوئی یعنی اس کے گھوڑے کے اگلے دو قدم بہشت میں داخل ہونے کے لیے اٹھے اور اس سے پہلے کہ گھوڑے کے اگلے قدم زمین پر پڑتے، اس کے پچھلے دو قدم اٹھ گئے اور شداد کی روح قبض کر لی گئی۔ گویا اس وقت شداد کا وجود زمین و آسمان کے درمیان معلق تھا۔ بہرحال شداد کا انجام یہ ہوا کہ قادر مطلق نے اپنی حکمتوں سے اس کی بہشت کو زمین میں دبا دیا تاکہ قیامت تک لوگ اس کی خودسری کے انجام سے سبق حاصل کرتے رہیں۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود

(2160 قبل مسیح تا 1985 قبل مسیح)

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سن ولادت 2160 ق م ہے آپ علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی 25 سورتوں میں آتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا لقب خلیل اللہ اور ابوالانبیاء ہے۔ آپ کے والد کا نام ''آزر'' اور والدہ کا نام ''نونا'' تھا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابو الانبیاء نبیوں کا باپ کہا جاتا ہے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کی نسل سے تھے حضور ﷺ کی شکل و صورت بھی آپ سے ملتی جلتی تھی۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

ترجمہ ''ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں رکھ دیا۔''

(عنکبوت ع ۳)

یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ مسلمان یہودی اور عیسائی تینوں کی جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں سب حضرت کی تعلیم کے پیروکار ہوں یا نہ ہوں لیکن دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ وہ دین ابراہیمی کے پابند ہیں مسلمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے وہ مشرک اور بت پرست تھی آپ کے والد بت تراش تھے عراق کے شہر بابل میں "بعل دیوتا کا ایک بہت بڑا مندر تھا جس میں بعل دیوتا کا ایک بہت بڑا بت رکھا تھا ان کے کئی چھوٹے چھوٹے بت بھی تھے یہ بت حضرت کے خاندان نے ہی بنائے تھے اور ان کے گھر میں ہر مہینے کا ایک بت الگ رکھا جاتا تھا۔ جن کی وہ پرستش کرتے اور انہیں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی بت پرستی کے خلاف تھے وہ اپنے والد اور دوسرے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھتے تو حیران ہوتے کہ بت نہ تو سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہیں پھر نہ جانے یہ لوگ انہیں اپنا خدا کیوں مانتے ہیں؟

چنانچہ آپ نے اپنی گمراہ قوم کو اس غلط روش سے باز رکھنے اور انہیں راہ حق پر لانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور دعوت حق کی ابتدا اپنے گھر سے کی اور سب سے پہلے اپنے والد کو بت تراشی اور بت پرستی سے منع کیا۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا والد پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس والد نے انہیں ڈرایا دھمکایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو یوں غضب ناک ہوتے دیکھا تو انتہائی نرمی اور متانت سے انہیں سمجھایا لیکن جب وہ نہ مانے تو آپ مصیبتوں

Marfat.com

اور خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے توحید کی عام دعوت دینے کے لیے گھر سے نکلے اور قوم کو بتایا کہ ایک خدا کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں یہ بت جنہیں تم پوجتے ہو ایک بے کاری چیز ہیں۔

آپ نے اپنی قوم کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانی بت پرستی کے علاوہ اس قوم میں ستاروں کو پوجنے کا رواج بھی تھا انہوں نے چاند سورج اور مختلف ستاروں کے بت بھی بنا رکھے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں نفع و نقصان، فتح و شکست، روزی، قحط، طوفان، موت و حیات کا سارا نظام ستاروں کی گردش کے تحت عمل میں آتا ہے لہٰذا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی پرستش ضروری ہے۔

بت پرستی کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ستارہ پرستی کا تصور بھی ان کے ذہن سے مٹایا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو خدا ماننے کی مذمت کرتے ہوئے رات کے وقت ایک روشن ستارے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے جس کی پوجا میری قوم کر رہی ہے۔ ستارہ تھوڑی دیر چمک کر مقررہ وقت پر چھپ گیا جو اس کے خدا نہ ہونے کی ایک روشن دلیل تھی۔ اس طرح چاند کی جانب اشارہ کیا وہی فقرہ دہرایا۔ جب صبح کے وقت چاند بھی چھپ گیا تو انہوں نے فرمایا ستاروں کی طرح اسے بھی زوال آ گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سورج کو سب سے بڑا دیوتا تسلیم کرتی تھی جب سورج نکلا تو حضرت نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا پہلا سوال دہرایا کہ کیا یہ خدا ہو سکتا ہے۔ پر قائم نہ رہ سکا لہٰذا یہ بھی خدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے طلوع و غروب سے یہ ثابت کیا کہ چاند، سورج اور ستارے تو خود کسی اور ہستی کے فرمانبردار ہیں۔ انہیں کیونکر خدا مانا جا سکتا ہے؟

وہ ہستی کون سی ہے؟ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنائے جس نے

Marfat.com

کائنات کا پورا کارخانہ خلق کیا جس کی رحمت کے دامن میں ہر شے کو پناہ ملتی ہے جو سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور سب کی مرادیں برلاتا ہے۔ بس اسی کو خدا ماننا چاہیے اسی کی عبادت کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تارے چاند اور سورج کے خدا ہونے کی تردید کر دی۔ ستاروں وغیرہ کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس طرح دلیلیں دے کر ان کی نفی کرنے کا مفصل ذکر سورہ انعام (ع ۹۴) میں آیا ہے۔

قوم کی ہٹ دھرمی

ستارہ پرستی کے خلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ روشن دلیلیں یقیناً ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی ہوں گی۔ لیکن وہ اپنے کاموں، سرداروں اور پروہتوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے اور انہی کی باتوں کو ماننا نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان پروہتوں سرداروں اور کاہنوں نے لوگوں کو یہ تلقین شروع کر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں پر دھیان نہ دیا جائے۔ بلکہ یہ شور و غل مچانے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے معبودوں کی بے حرمتی اور تذلیل کی جو مہم شروع کر رکھی ہے ہمارے معبود عنقریب اس سے اپنی توہین کا انتقام لیں گے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ حالات دیکھے تو تیار ہو گئے کہ جس انتقام سے پروہت اور کاہن ڈرا رہے ہیں اس کی بے حقیقی لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دی جائے۔

اتفاق یہ ہوا کہ ایک مذہبی تہوار کے سلسلہ میں تمام قوم ایک جگہ اکٹھی ہو کر تہوار منانے میں مصروف ہو گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے میں جا پہنچے۔ جہاں تمام بتوں کے سامنے طرح طرح کے چڑھاوے پھل اور مٹھائیاں وغیرہ رکھی تھیں لیکن وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا آپ نے یہ منظر دیکھ کر اپنی قوم

کی جہالت پر افسوس کیا اور بتوں سے مخاطب ہو کر طنزیہ لہجے میں پوچھا کہ یہ چیزیں تمہارے سامنے رکھی ہیں کھاتے کیوں نہیں اور بولتے کیوں نہیں؟ اس کے بعد آپ نے بڑے بت کے سوا تمام بتوں کو توڑ دیا اور کلہاڑی سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ کر واپس چلے گئے۔

جب لوگ رنگ رلیاں منا کر میلے سے واپس آئے اور مندر میں اپنے ریزہ ریزہ خداؤں کا حشر دیکھا تو سخت برہم ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس کا کام ہوسکتا ہے، جس نے بھی یہ کیا وہ بڑا ظالم ہے۔

یہ حقیقت سب پر آشکار تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی بتوں کو پوجنے کی برائی کیا کرتے تھے لہٰذا سب کا خیال انہی کی طرف گیا چنانچہ حضرت کو بلایا گیا آپ آئے تو ان سے پوچھا گیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

ترجمہ: ''کیا تو نے یہ سلوک کیا ہے ہمارے بتوں کے ساتھ اے ابراہیم علیہ السلام؟'' (انبیاء ع ۵۴)

حضرت نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہ سمجھ لیں کہ یہ اس بڑے بت کا کام ہے جس کے پاس بتوں کو توڑنے کا آلہ بھی موجود ہے؟ اس کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا؟ کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو اور بڑی سلطنتیں چھوٹی سلطنتوں کو ہڑپ کر جاتی ہیں۔ اچھا یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو خود اپنے ان خداؤں سے پوچھ لو کہ کیا ماجرا ہے؟ انہیں کس نے توڑا۔ اگر یہ بتا سکتے ہیں تو ایسے اہم معاملہ میں بول کر جھوٹ سچ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے؟''

حضرت کی یہ باتیں سن کر ان لوگوں کی گردنیں ذلت اور ندامت سے جھک گئیں۔ پروہتوں اور کاہنوں سے جب کوئی جواب نہ دیا جا سکا اور محسوس کرنے لگے کہ ان کے گھڑے ہوئے یہ خدا واقعی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کی صحیح کیفیت بھی بیان نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انہوں

Marfat.com

نے شرمسار ہو کر کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو جانتا ہے کہ بت بول نہیں سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا:

ترجمہ: ''پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ تو کسی طرح کا نفع پہنچائیں اور نہ نقصان، تمہاری حالت کتنی ناقابل برداشت ہے اور ان کی بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تم عقل سے بالکل کورے ہو گئے۔'' (انبیاء ع ۵۴)

بتوں کی بے حقیقی واضح کرنے کا جو بہترین طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا اس میں عوام اور مذہبی پیشواؤں کے لیے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں تھی لیکن اس قوم کی بدقسمتی دیکھیے کہ وہ نہ تو شرمندہ تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے دعوت حق کو قبول کیا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کھلم کھلا دشمنی اور عداوت کا اظہار کرنے لگے۔ پیشواؤں نے فیصلہ کیا کہ دیوتاؤں کی توہین کے جرم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سخت ترین سزا دی جائے اور ان کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے انہیں جلتی آگ میں پھینک دیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے بادشاہوں کا لقب نمرود تھا جو خود کو خدا سمجھتے تھے چنانچہ نمرود نے اپنی خدائی اور بادشاہت کو خطرے میں پڑتے ہوئے سوچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختم کر دینے کا ارادہ کر لیا اور حضرت سے سوال کیا کہ اپنے باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کیوں کرتے ہو حضرت نے جواب دیا کہ میں اس خدائے واحد پر یقین رکھتا ہوں جس نے مجھے تجھے تمام انسانوں، سورج چاند ستاروں اور ساری کائنات کو پیدا کیا وہی سب کا خالق و مالک اور رازق ہے۔

اس کے سوا میں کسی اور کو خدا نہیں سمجھتا اور نہ ہی کسی اور کو اس کا شریک ٹھہراتا ہوں تم سب لوگ غلط راستے پر لگے ہوئے ہو۔ میں تمہاری پیروی نہیں کر سکتا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا کے بنائے ہوئے مذہب کو اختیار کر سکتا ہوں۔

Marfat.com

نمرود نے کہا کہ اگر میرے سوا کوئی اور رب ہو سکتا ہے تو وہ کون ہے؟ اس کے اوصاف بیان کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور موت پر بھی اسی کو قدرت حاصل ہے۔

نمرود نے کہا کہ اگر خدا کے اوصاف یہی ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں موت اور زندگی تو میرے بھی قبضے میں ہے یہ کہہ کر نمرود نے ایک بے گناہ شخص کو وہاں بلایا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے چنانچہ اس شخص کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اس کے بعد نمرود نے قتل کے ایک سزا یافتہ ملزم جس کو پھانسی دی جانی تھی بلایا اور اس کی جان بخشی کا حکم صادر کر دیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر بولا کیوں دیکھا میں کس طرح مارتا اور کس طرح زندگی عطا کرتا ہوں؟

موت اور زندگی کا صحیح مفہوم یہ نہ تھا جس کی مثال نمرود نے پیش کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھگڑے میں پڑنے کی بجائے فوراً ایک نئی دلیل پیش کر دی جس کے بعد نمرود کے لیے کج بحثی کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا رب روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا اور مغرب میں لے جاتا ہے اگر تیرے اندر کوئی ایسی قوت ہے تو تو سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں لے جا۔ یہ بات سنتے ہی نمرود بھونچکا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے پایا۔ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دلیل سن کر غور کرنے کی بجائے غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ نمرود کے درباریوں نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں زندہ جلایا جائے۔

پورے شہر میں ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حمایت میں بولتا۔ خاندان دشمن، قوم دشمن، سردار اور کاہن دشمن، پجاری دشمن، غرض ہر شخص اپنے دیوتاؤں کی توہین کے بدلے میں حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ چنانچہ جب نمرود کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلانے کا حکم دیا گیا تو تمام لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کے لیے ایک مخصوص جگہ کا تعین کر کے وہاں بڑے وسیع پیمانے پر آگ روشن کی گئی یہ آگ کئی روز تک جلتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کی تپش سے پتھر بھی دہکنے لگے۔ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جانا تھا اس دن لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے ہر شخص خوشی خوشی یہ تماشہ دیکھنے آیا۔ تمام بڑے بڑے سردار، کاہن، فوجی، افسر، امراء، سلطنت اور خود نمرود موقع پر موجود تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک زور دار جھٹکے سے دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا۔

اس وقت تماشہ دیکھنے والی ہزاروں آنکھوں میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اس درد ناک منظر کو دیکھ کر غمزاہ ہوتی بلکہ اس ظالمانہ رویے پر ہر طرف خوشی اور تحسین کی آواز بلند ہونے لگیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک کر ساری قوم مطمئن ہوگئی کہ اس نے اپنے خداؤں کے دشمن کو ٹھکانے لگا دیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جس خدائے واحد اور قادر مطلق پر ایمان رکھتے تھے گمراہوں کو حق کی جانب بلا رہے تھے وہ خدا اپنے اس خلیل اور عظیم الشان پیغمبر کا حامی و ناصر تھا چنانچہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکی آگ میں نہایت خوشگوار ٹھنڈک پیدا ہوگئی اور حضرت آگ میں سے صحیح وسلامت نکل آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً دو ہزار سال قبل عراق کے ایک قدیم شہر ار میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر آپ کا ذکر ہے، کہیں ار کے حالات اختصار سے بیان کیے گئے اور کہیں تفصیل سے۔

اوپر جو حالات بیان کیے گئے ہیں، یہ قرآنی حوالوں سے علماء نے مرتب

Marfat.com

کیے ہیں۔

اس کے علاوہ نمرود کے عبرت ناک انجام کے بارے میں کئی روایات کتابوں میں درج ہیں مثلاً نمرود نے سرکشی کی انتہا کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ کا خدا طاقتور ہے تو اسے کہیں کہ وہ میری فوج سے آ کر لڑے اور مجھ سے دنیا کی بادشاہت چھین لے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا حکم آیا کہ نمرود سے لڑائی کا دن مقرر کر لو ہماری فوج آ جائے گی۔ جب دن مقرر ہو گیا تو نمرود نے خدائی فوج کی نقل و حرکت اور تعداد معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس دور دور تک پھیلا دیے۔ لڑائی کے دن وقت مقررہ سے کچھ دیر پہلے اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ تاحد نظر کوسوں دور تک کسی فوج کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ کہاں ہے تمہارے رب کی فوج حضرت کو حکم ہوا کہ انہیں کہہ دو وقت مقررہ پر آ جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب کا پیغام سنایا تو نمرود اور اس کے ساتھی بے یقینی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

تب یکدم مچھروں کے ٹھٹھ فضا میں اڑتے ہوئے نمودار ہونا شروع ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس سرکش سے کہہ دو کہ میرے رب کی فوج آ رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود سے کہا کہ دیکھو میرے رب کی فوج آ رہی ہے تو نمرود اور اس کے ساتھی ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ہے تمہارے رب کی فوج۔

آن واحد میں مچھروں نے نمرود کی فوج پر حملہ کر دیا۔ اپنی فوج کا حشر دیکھتے ہوئے نمرود نے کہا کہ آگ جلا کر دھواں کیا جائے اور ڈھول پیٹے جائیں چنانچہ ایسا کیا گیا لیکن یہ مچھر تو عذاب الٰہی تھے۔ مچھر جسے بھی کاٹتے وہ چیختا چلاتا اور واصل جہنم ہو جاتا۔ اس معرکہ میں ایک مچھر ناک کے راستے نمرود کے دماغ میں جا گھسا اور اسے تنگ کرنے لگا نمرود گھبرا کر بھاگا اور

Marfat.com

اپنے محل میں آ کر تڑپنے لگا۔ جب وہ تڑپ رہا تھا تو اس کے کسی خدمتگار کا ہاتھ زور سے اس کے سر پر لگ گیا جس سے اسے کچھ سکون ملا چند لمحوں بعد مچھر پھر سے تنگ کرنے لگا۔ اس نے خدمتگار سے کہا کہ اس کے سر پر ہاتھ مارے، جب خدمتگار نے ہاتھ مارا تو مچھر پھر رک گیا۔ چنانچہ طبیبوں نے یہ طے کیا کہ اس کے سر پر وقفے وقفے سے چپت لگائی جائے۔

ادھر یہ ہو رہا تھا، ادھر محل کے باہر رعایا شور مچا رہی تھی کہ ہم اپنے خدا کا دیدار کرنا چاہتے ہیں چنانچہ طبیبوں نے نمرود کے حکم سے رعایا پر یہ شرط عائد کر دی کہ جو بھی شخص دیدار کرنے آئے وہ نمرود کے سر پر پانچ جوتے مارے۔ آخر وہ جوتے کھاتے کھاتے ہی مر گیا۔

❖❖❖❖❖

قومِ حضرت لوط علیہ السلام

(2120 قبل مسیح)

"حضرت لوط علیہ السلام کی ولادت 2120 ق م میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کے والد کا نام "حاراَن" تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی 14 سورتوں میں آتا ہے۔ قوم لوط پر عذاب 2021 ق م میں آیا۔ تمام نافرمان لوگ اندھے ہو گئے۔ گھروں میں گھس گئے تاکہ پناہ لیں مگر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی اور اس نافرمان قوم کا نشان باقی نہ رہا۔"

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران کے بیٹے تھے جو حضرت لوط علیہ السلام کے بچپن میں فوت ہو چکے تھے چنانچہ ان کی پرورش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے لاڈ پیار سے کی۔ بڑھاپے کی عمر تک حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنا وارث سمجھتے تھے پھر حضرت لوط علیہ السلام کو خدا نے دین حق کی حمایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لیے حضرت لوط علیہ السلام آپ کو بہت پیارے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام ہی ہیں جب قوم کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وطن سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان میں ٹھہرے اور حضرت لوط علیہ السلام شرق اردن کے علاقے سدوم اور عمورہ میں بغرض تبلیغ چلے گئے۔

اگر عرب فلسطین اور شام کے نقشے پر نظر ڈالی جائے تو شرق اردن اور فلسطین کے درمیان وہ مشہور جھیل نظر آتی ہے جسے بحیرہ میت کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام بحیرہ مردار اور بحیرہ لوط ہیں اس جھیل کے جنوبی حصے میں ایک سرسبز و شاداب وادی ہوتی تھی جس میں کئی بستیاں ہیں۔ ان میں سدوم اور عمورہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کے لیے یہ مرکز تجویز کیا تھا اسی سرسبز وادی کو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنا مسکن بنایا سدوم اور عمورہ کی وادی بے حد سرسبز و شاداب تھی پانی کی کثرت اور زمین کی زرخیزی سے کھیتی باڑی پھل سبزیاں اور باغات کی کثرت سے وہاں کے باشندے خوشحال اور فارغ البال تھے انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں جس کے نتیجہ میں وہ بدمست مغرور، متکبر اور سرکش ہو گئے تھے بے خوف و خطر طرح طرح کے شیطانی کاموں میں مشغول اچھائی اور برائی میں کوئی فرق محسوس نہ کرتے تھے۔ دوسری فحاشیوں کے علاوہ ایک بہت بڑی اور مکروہ خباثت ان میں آ گئی تھی کہ عورتوں کی بجائے لڑکوں سے اختلاط کا رواج ان میں جڑ پکڑ چکا تھا اور بے حیائی و بدکرداری کی انتہا یہ تھی کہ اپنا یہ فعل علی الاعلان اور فخر و مباہات کے ساتھ کرتے۔ قرآن مجید کے مندرجہ ذیل بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت

Marfat.com

تک دنیا کی کسی دوسری قوم میں اس شنیع فعل کا رواج نہ تھا سدوم اور عمورہ کے باشندے ہی اس کے موجد تھے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے دنیا والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوات رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو۔'' (الاعراف ع ۱۰)

قصص القرآن میں شیخ عبدالوہاب نجار کا ایک بیان درج ہے کہ انہوں نے عبرانی ادب کی ایک کتاب میں اہل سدوم کی بداخلاقیوں کے متعلق بعض داستانیں پڑھی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنی بستیوں میں داخل ہونے والے کو لوٹ لیا کرتے تھے اور جب وہ فریاد لے کر کسی حاکم کے پاس جاتے تو حاکم الٹا ان مسافروں اور مظلوموں کو ڈانٹتا اور ذلیل کرتا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اہل سدوم و عمورہ بداخلاقی اور بدکاری میں حد سے گزر چکے تھے اور ان میں شرافت و انسانیت کا شائبہ تک باقی نہ رہا تھا۔ عام لوگوں کے علاوہ قوم کے سردار اور حاکم بھی اخلاق، دیانت، انسان دوستی اور منصف مزاجی سے یکسر عاری ہو چکے تھے ہر چھوٹا بڑا ایک ہی کشتی میں سوار تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کرتے ہوئے شرافت اور طہارت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی آپ نے ہر ممکن طریقے سے انہیں سمجھایا اور پچھلی قوموں کی تباہی و بربادی کی داستانیں یاد دلاتے ہوئے خبردار کیا کہ جب کسی قوم کی بدکرداری انتہا کو پہنچ جائے تو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیجتا تاکہ وہ غلط راستے سے ہٹ کر سیدھی راہ پر لگ جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں یہ اللہ ہی کا فرمان ہے تم اپنی بدفعلیوں، ناروا حرکتوں، سرکشی اور غرور و تمکنت سے باز آ جاؤ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہوگا ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو اس سے پہلے تم جیسے بدکرداروں کا ہو چکا ہے۔

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت اور اخلاق و طہارت کی ترغیب قوم پر بہت شاق گزری وہ الٹا طنز سے کہنے لگے کہ ہم تمہاری پاکیزگی اور تقدس کو اچھی طرح جانتے ہیں اور قطعاً تمہارا مشورہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ انہوں نے آپ کو اور ان چند افراد کو جو آپ پر ایمان لا چکے تھے بستی سے نکال دینے کی دھمکی بھی دی۔ قرآن پاک میں مذکور ہے:

ترجمہ: ''سو ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط علیہ السلام کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔'' (النحل ۴۹)

جب حضرت کی پیہم نصیحتوں اور مسلسل جدوجہد کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو سدوم اور عمورہ کے سرکش و متمرد انسان اخلاق سوزی اور بے حیائی کے کاموں پر مصر رہے تو حضرت نے انہیں خدا کے قہر و غضب اور عذاب سے ڈرایا لیکن اس دھمکی کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری کسی بات کا یقین نہیں۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لا کر دکھا دو۔

یہ وہی بے باکی اور خوف خدا سے بے پروائی تھی جس کا اظہار اس سے پہلے سرکش قومیں کر چکی تھیں۔

مجبوری اور بے چارگی کے عالم میں حضرت لوط علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا کی۔

ترجمہ: ''اے میرے رب مجھے ان مفسد لوگوں پر غالب (ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے۔'' (العنکبوت ع ۳)

اس کے بعد ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے انسانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس سدوم بھیجے۔ حضرت نے ان مہمانوں کو دیکھا تو ڈرے کہ نہ جانے بدطینت لوگ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ اس خدشے کے پیش نظر آپ نے مہمانوں کی آمد پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی لیکن بدکار لوگوں کو پتہ چل گیا اور وہ آپ کے مکان پر چڑھ آئے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ان مہمانوں کو

Marfat.com

ان کے حوالے کر دیا جائے لیکن حضرت لوط علیہ السلام کسی حالت میں بھی اس کے لیے آمادہ نہ تھے آپ نے انہیں بہت سمجھایا مگر وہ اپنے برے ارادے سے باز نہ آئے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ یہ شہر کی عورتیں موجود ہیں جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں التفات کا صحیح حل وہی ہیں اور وہ تمہارے لیے پاک ہیں لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کو ابھی تک یہ علم نہ تھا کہ ان کے مہمان دراصل انسان نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ جب فسادیوں نے کسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہ سخت پریشانی اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے تو مہمانوں نے انہیں بتایا کہ آپ ہماری ظاہری شکلوں کو دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ ہم خدا کے فرشتے ہیں اور اس قوم کو عذاب دینے کے لیے بھیجے گئے ہیں (ان کے اعمال کی جزا) کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے اور وہ سروں سے ٹلنے والا نہیں، آپ اور آپ کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا۔ البتہ آپ کی بیوی جو سمجھانے کے باوجود راہ راست پر نہ آئی وہ ان ہی بے حیاؤں بدکاروں اور سرکشوں کی رفاقت میں رہ گئی۔

جب رات ہوئی تو فرشتوں کی ہدایت پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان کو لے کر سدوم سے نکلے اور دوسرے مقام پر چلے گئے جب رات ختم ہونے کو آئی تو قہر الٰہی جوش میں آیا ایک ہولناک آواز بلند ہوئی جس نے سدوم کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

عذاب الٰہی کی نوعیت کیا تھی؟ اس بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے لیکن قرآن مجید اور بائیبل کے مجمل بیانات سامنے رکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیش آئی ہو گی۔ جیسی آتش فشاں پہاڑ پھٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے تو زمین کے اندر سے ہولناک آوازیں اٹھتی ہیں خطہ

Marfat.com

زمین میں زلزلہ آتا ہے پھر اندر سے جو آتشیں مادہ نکلتا ہے اس کے لیے آگ اور گندھک کی بارش کی مثال بہت موزوں ہے ساتھ ہی کنکر پتھر برستے ہیں اٹلی کا شور آتش فشاں پہاڑ "ویسو ویس" کئی بار پھٹ چکا ہے اس کے بعض واقعات کی تفصیل کتابوں میں ملتی ہے یہ تفصیلات اس قسم کی ہیں جیسی سدوم اور عمورہ کو پیش آئی ہوں گی سدوم اور عمورہ کا علاقہ جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھا قوم لوط علیہ السلام کے عذاب کے بعد آج تک بنجر چلا آتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ ان کی بیوی اور ایک بیٹا ان پر ایمان نہیں لایا تھا جس کا نتیجہ ان دونوں کی ہلاکت اور بربادی کی صورت میں نکلا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا بھی یہی رویہ تھا۔ حضرت کی کوشش کے باوجود آپ پر ایمان لانے سے آخر دم تک گریز کرتی رہی۔ جب فرشتوں کے کہنے پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے کنبے کے افراد کو لے کر سدوم سے روانہ ہوئے تو ان کی بیوی راستہ ہی میں لوٹ کر سدوم چلی گئی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئی۔

ان واقعات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محاسبہ اعمال کے وقت کوئی رشتہ کوئی نسبت اور کوئی سفارش کام نہیں دیتی۔ جلیل القدر پیغمبر کے فرزند اور بیوی اور دوسرے کی بیوی کی ہلاکت سے صاف ظاہر ہے کہ سزا و جزا کے سلسلہ میں نسبی شرافت اور خاندانی عظمت ہرگز آڑے نہیں آ سکتی خداؑ کی نافرمانی کرنے والا کوئی بھی ہو وہ دوزخ کے عذاب سے نہیں بچتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی مثالیں دے کر اپنے انصاف کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

❖❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت شعیب علیہ السلام اور قومِ مدین

(1600 قبل مسیح)

''حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی چار سورتوں سورہ اعراف، ہود، شعراء، عنکبوت میں آیا ہے۔ آپ علیہ السلام کا اصل نام ''حوباب'' اور لقب یثرو تھا۔ آپ علیہ السلام نے 224 برس عمر پائی۔ آپ علیہ السلام دو قوموں، مدین اور اصحاب الایکہ پر معبوث ہوئے۔ یہ ناپ تول میں کمی، خرید و فروخت میں دھوکہ، شرک اور بت پرستی کے عادی ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم مدین پر زلزلہ، چنگھاڑ کا عذاب نازل کیا اور اصحاب الایکہ پر سیاہ ابر سے آگ برسائی گئی جس سے نافرمان ہلاک ہو گئے۔''

سینکڑوں برس پہلے عرب کے شمال میں ایک قوم آباد تھی جو حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ بیٹا ان کی تیسری بیوی قطورہ سے تھا مدین کا علاقہ فلسطین کے جنوب مغرب اور جزیرہ نمائے سینا کے مشرق میں اس شاہراہ پر تھا جہاں پر مصر و شام اور عرب وغیرہ کے تجارتی قافلے گزرتے تھے یہ علاقہ انتہائی سرسبز و شاداب تھا باغات کی کثرت اور غلے کی بہتات کی وجہ سے وہاں لوگ بہت خوش حال تھے بائبل کی تحریر کے مطابق یہ لوگ زیادہ تر ریوڑ چراتے اور جزیرہ نمائے سینا ان کے لیے بہترین چراگاہ تھا اس کے علاوہ تجارت بھی ان کا عام پیشہ تھا مال و دولت کی فراوانی نے اس قوم کو گمراہ کر دیا تھا اور تجارت میں بددیانتی کی لوٹ کھسوٹ ان کا شعار بن چکی تھی۔ ہر شخص جائز و ناجائز طریقے سے دولت جمع کرنے کی فکر میں رہتا۔ چنانچہ سب سے بڑی بیماری جو تاجر پیشہ طبقے میں پائی جاتی تھی وہ تھی تجارتی بددیانتی یعنی کم دینا اور زیادہ لینا جس کی وجہ سے وہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی بداخلاق تھے چوری اور ڈاکہ زنی عام ہو چکی تھی غرض یہ قوم ہر قسم کے فسق و فجور اور برائیوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔

دولت و ثروت نے اہل مدین کو متکبر اور خدا کا باغی بنا دیا تھا۔ بت پرستی اور مشرکانہ عقائد و رسومات ان کا مذہب بن چکا تھا جزا و سزا کا خوف ان کے دلوں سے مٹ چکا تھا ہر آدمی جو چاہتا بے کھٹکے کرتا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اہل مدین کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو واعظ کرنے میں کمال حاصل تھا۔ فصاحت و بلاغت اور شیریں کلامی آپ کا خصوصی وصف تھا۔ آپ نے اہل مدین کو دعوت حق دیتے ہوئے سب سے پہلے ان کی توجہ ان کی تجارتی بداعمالیوں کی طرف دلوائی کیونکہ ناپ تول میں کمی اس قوم کے لیے قابل فخر ہنر تھی۔ تجارت پیشہ افراد اور قوموں میں یہ برائی عموماً پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس کے برے اثرات پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ برائی تمام برائیوں کی ماں کہلائے گی۔

Marfat.com

اس برائی کے پیدا ہونے سے دل حق و انصاف کے تقاضوں سے خالی ہو جاتے ہیں اور صرف روپیہ بٹورنا ہی ان کا مطمح نظر بن جاتا ہے اور پھر یہ برائی رفتہ رفتہ پوری قوم میں جڑ پکڑ جاتی ہے۔ بڑے تاجر آہستہ آہستہ چھوٹے بیوپاریوں کو ختم کرتے جاتے ہیں جس کے انجام میں تاجروں کے درمیان اس طرح کشمکش شروع ہو جاتی ہے جس طرح خودغرض گروہوں کے درمیان اقتدار کے لیے رسہ کشی دیکھی جاتی ہے جس کی وجہ سے چند دولت مند یا بڑے آڑھتی عوام کی بنیادی ضرورت کی اجناس اپنے قبضے میں لے کر من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔

یہ برائی صرف ایک قوم ہی کے لیے نہیں بلکہ اس سے معاملہ کرنے والی ہر قوم کے لیے تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

دنیا کا سارا کاروبار لین دین پر قائم ہے جہاں ماپ تول میں کمی شروع ہو جائے کاروبار تباہ و برباد ہو جائے گا اور دنیا مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے گی جب اس کی عادت پڑ جائے جیسا کہ مدین والوں کی عادت ہو چکی تھی تو انسان زندگی کے ہر شعبے میں اور انسانوں کے ساتھ ہر معاملے میں بددیانتی اور بداخلاقی کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ بددیانتی انسان کے اندر حق تلفی اور بدلحاظی کی خصلت پیدا کر کے انسانی شرافت اور باہمی اخوت اور مروت کے رشتے کو منقطع کر دیتی ہے اور خودغرضی، لالچ، حرص اور بے حیائی جیسے رذائل کا حامل بنا دیتی ہے۔

دنیا میں تمام قسم کے فتنہ و فساد یعنی، تکبر، قتل و غارت، لوٹ مار، عصمت ریزی، ڈاکہ زنی، چوری وغیرہ جیسے بڑے جرائم کی پرورش کرنے والی یہی رذیل و قبیح عادات ہیں۔ قرآن پاک نے اس بددیانتی پر سخت وعید کی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت توحید کے ساتھ لوگوں کو ماپ تول کے بارے میں بھی ہدایت فرمائی اور گرم و نرم تقریروں کے ذریعہ ان کے اخلاق کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں

خوشحال اور آسودہ بنایا ہے اور تمہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے پھر یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ تم روئے زمین پر خرابی پیدا کرو اور بددیانتی اور بداخلاقی کے ذریعہ لوگوں کا حق مارو۔

کہا جاتا ہے کہ تاریخ میں غالباً یہ پہلی قوم ہے جس نے قومی حیثیت سے اس پیشہ کو اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ کاروبار اور تجارت کے سلسلہ کے تمام مصائب اور بدعنوانیاں ہم اس قوم میں پاتے ہیں ناپ تول میں کمی۔ لین دین میں بے ایمانی، خرید و فروخت میں دھوکہ دہی اور غیر دیانتداری، سود اور اس قسم کی تمام دوسری گمراہیاں ان میں موجود تھیں اخلاقی حیثیت سے بھی اس قوم کی حالت بہت پست ہو چکی تھی یہاں تک کہ شرفاء قوم کی بیٹیاں اخلاق کا بدترین نمونہ تھیں۔

مذہبی اعتبار سے یہ قوم مشرک اور بت پرست تھی چنانچہ حضرت شعیب جب بھی قوم سے مخاطب فرماتے ہیں اس کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا دیوتا ''بعل'' تھا اس بت کے لیے لوبان اور بخورات جلائے جاتے اور اس پر نذریں چڑھائی جاتیں اور ان کے نام سے قربانیاں دی جاتی تھیں۔ سب سے بڑی قربانی یہ تھی کہ اولاد کو اس کی خوشی حاصل کرنے کے لیے آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ بعل وہی دیوتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات میں حضرت الیاس علیہ السلام کے تعلق سے آیا ہے۔
علامہ سلمان ندوی ''ارض القرآن جلد دوم باب ادیان العرب قبل السلام صفحہ ۱۷۷'' پر لکھتے ہیں کہ مشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا جس کی دوسری مانوس شکل ہبل ہے۔ اس کی مدین میں پرستش ہوتی تھی اور اونٹ (ابل) کی قربانی اس کے لیے بہتر سمجھی جاتی تھی۔

چنانچہ حضرت شعیب نے سب سے پہلے اس جانب توجہ فرمائی اور قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ترجمہ: ''اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔''

Marfat.com

(اعراف ۸۵، ھود ۸۴)

اس اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کی دنیاوی اصلاح کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور حقوق العباد کی حفاظت اور اخلاقی، معاشرتی اور باہمی معاملات کی درستگی کے لیے آپ نے نہایت موثر انداز میں قوم کو بار بار تنبیہہ فرمائی۔

قوم مدین میں وہ تمام مذموم حرکات جمع ہو گئی تھیں جو تجارت پیشہ قوموں کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں کے جائز حقوق کی حق تلفی کی جاتی ہے۔

سورہ ھود میں ہے۔

ترجمہ: ''پیمانہ اور ترازو کم نہ کرو، میں تم کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لائے) اور تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا اور اے قوم ناپ و تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔'' (ھود ۸۴۔۸۵)

یعنی تاجرانہ بے ایمانیاں جو تمہاری عادت بن گئی ہیں ان کو ترک کر دو خدا نے جو فراغت اور خوشحالی تمہیں عنایت فرمائی ہے اس کا شکر بجا لاؤ اور ڈرتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال بد کی وجہ سے یہ آسائشیں و آسودگی سلب کر لی جائے اور تم پر عذاب الٰہی نازل ہو جائے اور صرف ناپ تول میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ و نصائح ان کی قوم پر بالکل بے اثر ثابت ہوئے معمولی حیثیت کے چند لوگوں کے سوا کوئی بھی ان پر ایمان نہ لایا۔ مشرک لوگ راستے میں بیٹھ جاتے اور حضرت شعیب کے پاس آنے جانے والوں کو روکتے، ڈراتے، دھمکاتے یا انہیں لوٹ لیتے۔ جس پر حضرت شعیب نے بدکاروں کا انجام یاد دلاتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ ایمان لانے والوں کو

Marfat.com

پریشان نہ کریں۔

لیکن جواب میں قوم کے متکبر سرداروں نے آپ کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ قوم کا خیال تھا کہ اس دھمکی پر حضرت شعیب علیہ السلام ڈر جائیں گے اور اپنی تمام باتوں سے توبہ کر کے ہمارے ساتھ تعاون کرنے لگیں گے اور ہمارے دین میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت شعیب نے ان کے اس خیال خام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: ''اگر ہمارے دل تمہارے دین پر مطمئن نہ ہوں تو کیا جبراً مان لیں؟ اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں حالانکہ خدا نے ہمیں اس سے نجات دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بولا اور خدا پر بہتان باندھا۔ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ تمہارے دین کی طرف آئیں۔''
(اعراف ع ۱۱)

جب قوم کی یہ دھمکی کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے دیکھ کر کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کمزور لوگ ہیں اور وہ ان کی خاطر خواہ مدد نہ کر سکیں گے حضرت کو موت کی دھمکی دی۔ اگرچہ مومنین کمزور لوگ تھے۔ لیکن حضرت شعیب کا اپنا خاندان خاصے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ اس لیے مخالفوں نے دھمکی دیتے ہوئے ساتھ یہ بھی کہا کہ ہمیں تمہارے خاندان والوں کا خیال یا ان کا ڈر ہے ورنہ ہم تمہارے خلاف سخت اقدام کرتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے جواب ملا۔

ترجمہ: ''اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے اللہ سے اور اسے ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر۔ تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (هود ع ۵۴)

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بھی جواب دیا کہ تم میرے خاندان والوں سے تو ڈرتے اور ان کا لحاظ جتلاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں حق کے معاملہ میں صرف خدا ہی سے خوف کھانا چاہیے اور اس بارے میں دنیاوی تعلقات کوئی چیز

نہیں۔

آپ نے انہیں پچھلی سرکش قوموں کے واقعات عذاب انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا۔

ترجمہ: ''اے قوم! نہ کمائیو میری ضد کر کے یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ کہ پڑ چکا قوم نوح علیہ السلام یا قوم ہود علیہ السلام پر یا قوم صالح علیہ السلام پر اور قوم لوط علیہ السلام پر تو تم سے کچھ دور ہی نہیں۔''

جب کسی قوم کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجا جاتا ہے تو وہ جہاں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو سناتا اور انہیں نیک اور صحیح راستہ پر لاتا ہے وہاں اتمام حجت کے لیے گمراہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈراتا ہے اور تباہ شدہ قوموں کی مثالیں پیش کرتا ہے چنانچہ حضرت شعیب کی قوم نے ضد نہ چھوڑی اور ہدایت پر مطلق کان نہ دھرے بلکہ حضرت کو آزار پہنچانے لگے تو حضرت نے انہیں پہلی قوموں کی تباہیاں یاد دلائیں اور بار بار اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا انجام کار آپ نے آخری مرتبہ انہیں اللہ کے عذاب سے خوف دلایا۔

آپ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور اے میری قوم! کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کرتا ہوں۔ آگے معلوم کر لو گے کس پر آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔''

نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب علیہ السلام کا بھی وہی حشر ہوا جو ایسی قوموں کا ہوا کرتا ہے بحث اور دلائل کی روشنی آ چکنے کے بعد جب ضلالت اور گمراہی پر با اصرار قائم رہنے اور حق و صداقت کا مذاق اڑایا جائے اللہ کے دین کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو قانون الٰہی کا یہ ابدی فیصلہ ہے کہ ایسی قوم کو دنیا میں رہنے کا حق نہیں دیا جاتا بلکہ اسے آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا نمونہ بنایا جاتا ہے۔

مدین والوں پر اللہ کا عذاب آگ کی بارش اور زلزلے کی مہیب اور

Marfat.com

ہولناک شکل میں آیا اور ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا۔

ترجمہ: ''اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو کڑک نے پھر صبح کو رہ گئے۔ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے سن لو پھٹکار ہے مدین والوں کو جیسے پھٹکار ہوئی تھی ثمود کو۔''

(مدین کو اس لیے قوم شعیب کہا گیا ہے کہ اول حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم میں سے تھے دوم اس کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے تھے)

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون

(..................)

''تورات کے مطابق قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ و خیرات دینے کے لیے کہا۔ تو اس نے جواب دیا میری دولت تیرے خدا کی عطا کردہ نہیں۔ لہٰذا اسے یوں برباد نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو بددعا دی۔ تو وہ اپنے خزانے سمیت زمین میں دھنس گیا اور اپنے انجام کو پہنچا۔''

ایک روایت کے مطابق قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچیرے بھائی تھے، جن کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ قارون بن صافن بن فاحش بن حضرت یعقوب علیہ السلام۔

جب قارون نے مال و دولت جمع کر لیا تو غرور و تکبر میں آ گیا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوت حق دینے پر کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ کلیم اللہ کی مخالفت اختیار کر لی جس وجہ سے وہ بارگاہ ایزدی میں معتوب ٹھہرا۔ فرمان خداوندی ہے ان قارون من قوم موسیٰ نبغی علتھمہ یعنی قارون جو تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے پھر وہ شرارت کرنے لگا اور ہم نے اس کو مال و دولت کے خزانے دیے اور اتنے دیے کہ کنجیوں سے کئی مزدور تھک گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ طاقتور مزدور اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے پر مقرر تھے اور ہر کنجی کا وزن نیم درہم فرسنگ تھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ اس کی کنجیوں کا وزن ستر اونٹ تھا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اللہ کی دی ہوئی دولت سے مخلوق خدا کو فیض پہنچاتا اور آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور غریبوں کی دعائیں ذخیرہ کرتا۔ صدقات، خیرات اور زکوٰۃ ادا کرتا...... اور لوگوں سے بھلائی روا رکھتا...... اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کی توجہ بھلائی کے کاموں کی سمت دلائی تو وہ بولا کہ یہ دولت تو مجھے میری ذہانت اور ہنر کی وجہ سے ملی ہے۔ تیرا خدا میرے مال پر کیا حق رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قارون خود سروں کا راستہ اختیار نہ کر، کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے کتنی قوت رکھنے والی خود سر جماعتوں کو کس طرح ہلاک کر چکا ہے اور یاد رکھ خود سر اور متکبر لوگوں کے لیے دہکتی ہوئی جہنم موجود ہے جس کا وہ ایندھن بنیں گے۔

لیکن قارون نے جو کہ مال و دولت اور جاہ و حشم کے نشہ میں مست تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا بلکہ اور باغی ہو گیا۔

اور پھر اس نے نمود و نمائش کے لیے ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کروایا جس کی اونچائی اسی (80) گز تھی، تب اس نے قوم بنی اسرائیل کی دعوت کی۔ جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ تو حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام کی اطاعت و فرمانبرداری میں اور دوسرا گروہ قارون کے ساتھ فسق و فجور میں غلطاں رہا۔

ایک روز قارون اپنی بیوی کو شاہانہ لباس پہنائے لونڈیاں اور غلاموں کا جلوس لیے باہر نکلا۔ اس کی قوم نے دیکھا، غلام اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چل رہے تھے۔ اس کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر جو لوگ مال و دولت کے طلبگار تھے، ان کے دلوں میں حرص پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی اتنی دولت ملتی، جتنی قارون کے پاس ہے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ قارون آئندہ آنے والے لوگوں اور قوموں کے لیے درس عبرت بننے والا ہے۔

چنانچہ ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربی کے مطابق قارون سے کہا کہ وہ اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار مساکین کے لیے نکالے ورنہ مغضوب ہو گا۔ قارون نے جب حساب لگا کر دیکھا تو اسے اپنے مال سے بہت سا دینار زکوٰۃ میں جاتے ہوئے محسوس ہوا۔ یہ دیکھ کر اس کا دل نہ چاہا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ چنانچہ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا، اگر میں اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کروں تو خدا مجھے کیا صلہ دے گا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس نیکی کے بدلے تیرا مرتبہ بلند ہو گا اور تجھے جنت ملے گی۔ یہ سن کر وہ بولا کہ جنت سے مجھے کیا کام ہے۔

آخر ایک دن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک افترا کی تہمت لگانے کی سوچنے لگا تاکہ انہیں لوگوں میں شرمندہ کرے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زکوٰۃ دینے کی تلقین نہ کریں۔

وہ ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ ایک خوبصورت فاجرہ عورت جو کہ قوم بنی اسرائیل ہی سے تھی، قارون کے پاس کسی کام سے گئی۔ قارون نے اس عورت سے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار درہم، مختلف قسم کے زیورات اور عمدہ عمدہ قیمتی پوشاکیں دوں گا اگر تو میرے واسطے ایک کام کرے۔ عورت نے پوچھا کہ بتا کیا

Marfat.com

کام ہے؟

قارون نے کہا جب بنی اسرائیل کی جماعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وعظ سننے کے لیے جمع ہو تو مجمع میں سب کے سامنے جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کاری کا الزام لگانا اور کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام میرا یار ہے۔ چنانچہ اس فاجرہ عورت نے دینار اور زیورات کے لالچ میں آ کر کہا...... بہت اچھا میں ایسا ہی کہوں گی۔ پھر قارون نے اس سے جو کچھ کہا تھا، یعنی دینار وغیرہ دے کر رخصت کر دیا۔

اتفاق سے ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اور ان کے گرد قوم بنی اسرائیل بیٹھی سن رہی تھی کہ قارون نے موقع غنیمت سمجھا اور اس فاجرہ عورت کو وہاں بھیج کر خود بھی وہیں پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت حرام و حلال پر وعظ فرما رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا اللہ تعالیٰ اسے کسی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے...... اور جو زنا کرے گا اسے سنگسار کر دینا ہو گا۔ ہر کسی کو دنیا اور آخرت میں اپنے کیے کی سزا ملے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی طرح کی نصیحت آمیز گفتگو فرما رہے تھے کہ قارون نے اس مجلس میں کہا، اے موسیٰ علیہ السلام اگر تم نے زنا کیا ہو گا تو تمہاری کیا سزا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا بھی قتل واجب ہے۔ قارون بولا، تم نے زنا کاری کی ہے جس کا گواہ بھی موجود ہے چنانچہ قارون نے اس فاجرہ عورت کو حاضرین مجلس کے روبرو بلا کر پوچھا، بتاؤ موسیٰ علیہ السلام نے تم سے کیا بدفعلی کی تھی۔

اس عورت کو دیکھ کر قارون کے ساتھی بہت خوش ہوئے اور وہ عورت کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس عورت کا دل جھوٹ بولنے سے باز رہا۔ اس نے لوگوں سے کہا سنو جو کچھ قارون کہتا ہے جھوٹ اور بہتان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام تو پاک ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں لہٰذا جھوٹ بات

نہیں کہوں گی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی بات سن کر بڑے متعجب ہوئے اور غش کھا کر گر پڑے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا، اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین کو تمہارے حکم کے تابع کر دیا ہے۔ اب تم جو چاہو قارون کو سزا دو۔' یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کا شکر بجا لائے اور قارون سے کہا۔

''اے قارون! تم جھوٹ مت بولو، افترا مت کرو اور تہمت نہ لگاؤ اور ہر وقت خدائے قدوس سے ڈرتے رہو۔

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں ہرگز تمہاری بات نہ مانوں گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنا عصا زمین پر مارا اور کہا، اے زمین تو اس مردود اور سرکش انسان کو اپنے اندر دبا لے۔ یہ سنتے ہی زمین نے اسے اور جو اس کے فرنبردار تھے، سب کو ٹخنوں تک دبا لیا۔ اس کے بعد وہ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے اور قارون کہنے لگا، اے موسیٰ علیہ السلام مجھ کو اس سے خلاصی دے، میں پھر کچھ ایسا نہ کہوں گا اور نہ ہی میرے ساتھی کبھی اس قسم کی کوئی بات آپ سے کہیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر زمین کو غصہ سے کہا کہ اے زمین اس کو تو رانوں تک دبا لے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ قارون نے ستر مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معافی مانگی اور اپنے اعمال سے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر بار زمین کو غصہ سے کہتے کہ اے زمین دبا لے...... یہاں تک کہ زمین نے ان کو کاندھوں تک دبا لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون نے ان کو عذاب الٰہی میں مبتلا دیکھا تو وہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے میرے

Marfat.com

بھائی موسیٰ علیہ السلام قارون تو ہماری برادری سے ہے اور ان کی جو تقصیر ہو در گزر کیجیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر غصہ سے کہا، یا ارض خذیہ چنانچہ پھر زمین نے اسے گلے تک دبا لیا۔

قارون بولا، اے موسیٰ تیری نظر میری دولت پر ہے، جسے تو فقرائے بنی اسرائیل میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، جب اس نے یہ کہا تو جتنا مال و متاع اور خزانہ اس کا تھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سامنے کر دیا جو اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب!

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

(1520 قبل مسیح)

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت 1520 ق م میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کا لقب کلیم اللہ تھا۔ آپ علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی 29 سورتوں میں آیا ہے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مصر کا حاکم رعمیس دوم تھا۔ خدائی دعویٰ کرنے والا رعمیس دوم کا بیٹا منتفاح تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت 80 سال کی عمر میں ملی۔ فرعون مصر منتفاح کو 1292 ق م میں حکومت ملی۔ جس وقت اس کی عمر 60 سال تھی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے نبوت کی دلیل مانگی۔ بحر قلزم کے کنارے پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو پانی میں گزرنے کے لیے راستہ بن گیا۔ جب فرعون اور اس کا لشکر گزرا تو پانی آپس میں مل گیا اور سب غرق ہو گئے۔ فرعون نے غرق ہونے سے قبل کہا کہ میں موسیٰ کے سچے خدا

Marfat.com

پر ایمان لاتا ہوں۔ اور پھر غیب سے آواز آئی آج ہم تیرے مردہ جسم کو نجات بخشتے ہیں۔ تاکہ وہ قیامت تک محفوظ رہے۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے عبرت ہو۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب مصر میں کارفرمائی کا درجہ حاصل ہوا تھا تو وہاں کا بادشاہ ہکسوس خاندان سے تھا جو عرب تھے اور انہوں نے مصر کو فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ عرب انہیں عمالقہ کہتے ہیں چنانچہ جب تک عمالقہ مصر میں حکومت کرتے رہے بنی اسرائیل کے آرام و آسائش میں کوئی فرق نہ آیا لیکن جب مصر نے عمالقہ کو نکال کر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تو بنی اسرائیل پر سختیاں ہونے لگیں کیونکہ بنی اسرائیل حضرت اسحاق کی اولاد تھے۔ اپنے عقائد مذہب، تہذیب اور تمدن میں اہل مصر سے بالکل مختلف تھے اور ان کا تعلق اس قوم سے تھا جو باہر سے آ کر کئی سو سال تک مصر پر مسلط رہی تھی گویا عمالقہ کی وجہ سے جو عداوت غیر ملکیوں سے پیدا ہوئی تھی اس کا ہدف بنی اسرائیل بن گئے کیونکہ بنی اسرائیل کو مصر میں جو حقوق حاصل ہوئے وہ عمالقہ کی وجہ سے ہوئے لہٰذا ان کو زیادہ سے زیادہ ذلیل و خوار کیا جاتا اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے جاتے گویا یہ عمالقہ کے خلاف انتہائی سخت انتقامی جذبہ تھا جس کا نشانہ بنی اسرائیل بنے۔

عمالقہ کی حکومت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے بہت پہلے ختم ہو چکی تھی اور مصری اپنی حکومت قائم کر چکے تھے اور بنی اسرائیل سے غلاموں اور بردوں کی طرح بیگار کا کام لیا جاتا تھا۔

تورات کی کتب خروج میں لکھا ہے۔

”تب مصر میں ایک بادشاہ ہوا جو یوسف کو نہیں جانتا تھا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا دیکھو اسرائیل ہم سے زیادہ قوی ہو گئے ہیں سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت سے پیش آئیں تاکہ ایسا نہ ہو جب وہ اور زیادہ ہو جائیں اور

Marfat.com

اسی وقت جنگ چھڑ جائے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل کر ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں اس لیے انہوں نے ان پر بے گار لینے والے مقرر کیے جو ان سے سخت کام لے لے کر انہیں ستائیں۔"

(کتاب خروج باب ا، آیات ۸۔۱۰)

بعض مورخین بنی اسرائیل کے ساتھ فرعون کی عداوت کا یہ سبب بتاتے ہیں کہ نجومیوں اور کاہنوں نے فرعون سے کہا تھا۔ تمہاری حکومت کا خاتمہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں ہو گا بعض تاریخ روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا بس تعبیر اسے وہی بتائی گئی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ اس نے اپنی سلطنت میں تمام دائیوں کو حکم دیدیا کہ اسرائیلی گھرانے میں جب کوئی لڑکا پیدا ہو تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے فرعون نے کچھ آدمی بھی اس کام کے لیے مقرر کر دیے۔

فرعون کے اس ظالمانہ حکم پر شدت سے عمل ہوا اس دوران میں عمران کے گھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ان کی والدہ اور دوسرے افراد کو فکر دامنگیر ہوئی کہ کسی طرح بچے کو فرعون کے مقرر کیے ہوئے سنگدل قاتلوں سے محفوظ رکھا جائے کچھ مدت تک بچے کی پیدائش کو راز میں رکھا گیا لیکن یہ بات چھپی نہ رہ سکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور دیگر عزیزوں کو یہی خدشہ لگا رہتا کہ اگر فرعون کے آدمیوں کو پتہ چل گیا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس حالت اضطرار میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بچے کو دریا میں بہایا جائے ہم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حفاظت کریں گے حضرت کی والدہ نے اس پر عمل کیا۔

آپ نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لیا اس پر چکنی مٹی اور دال لگا کر ایک ایسے صندوق کی طرح بنا دیا جس کے اندر پانی نہ جا سکے پھر بچے کو اس میں بٹھا کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ ساتھ ہی اپنی لڑکی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو تاکید کر دی کہ وہ دریا کے کنارے کنارے چلتی رہے صندوق کو نگاہ میں

Marfat.com

رکھے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور آ کر اطلاع دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ صندوق کے تعاقب میں دریا کے کنارے کنارے چلتی رہی جو پانی میں بہتا ہوا فرعون کے محل کے قریب پہنچ گیا فرعون کے گھرانے کی ایک عورت نے صندوق دیکھا تو اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر لے آئیں صندوق جب کھول کر دیکھا گیا تو اس میں ایک خوبرو بچہ اطمینان سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا تھا فرعون کی بیوی بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور بڑی محبت و شفقت سے اسے گود میں اٹھا لیا اور بیٹا بنا کر پالنے کا فیصلہ کر لیا (قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور قرآن پاک نے اس عورت کو فرعون کی بیوی بتایا ہے)

روایت ہے کہ محل کے لوگوں میں سے کسی نے کہا یہ تو اسرائیلی بچہ معلوم ہوتا ہے لہٰذا اسے قتل کر دینا ضروری ہے ایسا نہ ہو یہی ہمارے بادشاہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا باعث بن جائے فرعون نے یہ بات سنی تو اسے بھی یہی ڈر ہوا۔ بیوی نے شوہر کی کیفیت دیکھی تو کہا کہ ایسے پیارے بچے کا قتل کسی طرح بھی مناسب نہیں ہمیں ڈرنا نہیں چاہیے عین ممکن ہے یہی بچہ ہم دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ بغرض محال اگر تمہارا گمان یہی ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو تمہارے خواب کی تعبیر بننے والا ہے تو ہماری محبت اور تربیت شاید اسے ہمارے حق میں نفع بخش اور مفید بنا دے۔ فرعون نے بیوی کے مشورے سے اتفاق کیا اور بچے کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے بظاہر ''موسیٰ علیہ السلام'' نام فرعون کی بیوی نے رکھا تھا جس کے معنی پانی سے نکالا گیا شخص کے ہیں پس چونکہ حضرت پانی سے نکالے گئے تھے اس لیے موسیٰ علیہ السلام نام پایا۔

اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو گزری وہ سب کچھ آپ کی ہمشیرہ دیکھتی چلی آ رہی تھی جب حضرت کو فرعون کے محل میں لایا گیا تو آپ کی ہمشیرہ کسی طرح وہاں بھی پہنچ گئی تا کہ ساری کیفیت دیکھ سکے چنانچہ جب فرعون

Marfat.com

نے اپنی بیوی کو بچے کی پرورش کی اجازت دے دی تو دودھ پلانے کے لیے ایک عورت کی ضرورت پیش آئی یہ کام شاہی دائیوں کے سپرد کیا گیا۔ تمام دائیوں نے حضرت کو دودھ پلانے کی کوشش کی مگر آپ نے کسی کے دودھ کو منہ نہ لگایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے فرعون کی بیوی سے کہا کہ میں ایک ایسی دایہ کا پتہ دے سکتی ہوں جو بچے کو بڑے عمدہ طریقے سے پالے گی۔ فرعون کی بیوی نے حکم دیا کہ اسے بلاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ اجازت پا کر خوشی خوشی گھر روانہ ہوئی، والدہ کو پوری روداد سنائی اور اسے محل میں لے گئی تاکہ بچے کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دے۔

حکمت الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ صرف فرعون کی تلوار سے محفوظ رہے بلکہ اس کے محل میں اپنی والدہ کے دودھ سے پرورش پانے لگے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوئے آپ نہایت قوی الجثہ اور بہادر تھے چہرے سے خاص جلال ٹپکتا تھا اور گفتگو سے بھی خاص وقعت اور عظمت ظاہر ہوتی تھی ہوش سنبھالنے پر انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ نہ وہ مصری ہیں اور نہ فرعون کے خاندان سے ان کا کوئی نسبتی یا خونی رشتہ ہے بلکہ وہ خالص اسرائیلی ہیں لیکن مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ یہ راز ان کے سینے میں محفوظ رہتا۔ آپ ایک روز گھوم رہے تھے کہ راستے میں ایک مصری کو دیکھا جو ایک اسرائیلی کو زبردستی گھسیٹ کر بے گار کے لیے لے جانا چاہتا تھا اور اسرائیلی کے انکار پر اسے پیٹ رہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب پہنچے تو اسرائیلی نے انہیں مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصری کو اس تشدد سے منع کیا لیکن سمجھانے کے باوجود وہ اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ مجبور ہو کر حضرت نے ظالم کے ایک گھونسہ مار دیا۔ جس سے وہ مصری اسی وقت مر گیا۔

یقیناً یہ ایک عام واقعہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف اس لیے گھونسہ رسید کرنے پر مجبور ہوئے تھے کہ مصری زیادتی سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وگرنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دلی ارادہ قتل سے بالکل پاک تھا مگر اس کا نتیجہ خلاف

Marfat.com

توقع دیکھا تو حضرت نے دل میں ندامت محسوس کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی کہ یہ فعل نادانستہ سرزد ہوا۔

چنانچہ شہر میں مصری کے قتل کی خبر پھیل گئی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ قتل کس نے کیا ہے البتہ یہ شک ضرور ہوا کہ یہ کسی اسرائیلی کا کام ہے مصریوں نے فرعون سے فریاد کی۔ فرعون نے کہا تم قاتل کا پتہ چلاؤ اسے ضرور اس فعل کی سزا دی جائے گی۔

اس حادثے کے دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر وہی صورت پیش آئی حضرت نے دیکھا وہی اسرائیلی پھر ایک مصری سے جھگڑ رہا ہے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ مدد کے لیے کہا حضرت نے اسرائیلی سے کہا تو تو صریح جھگڑالو ہے روز جھگڑا کر لیتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کو جھگڑے سے روکنے کے لیے آگے بڑھے، اسرائیلی سمجھا کہ ممکن ہے مجھے ہی گھونسہ رسید کر دیں۔ چنانچہ اس نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا موسیٰ علیہ السلام کیا تو مجھے بھی کل والے مصری کی طرح قتل کر دینا چاہتا ہے۔

چنانچہ اس اسرائیلی کی ناسمجھی کے باعث پہلے مصری کے قتل کا راز افشاں ہو گیا۔ مصری نے یہ بات سن کر اپنے ہم قوموں کو بتائی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کا مقدمہ کرنے کی راہ اختیار کی۔

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ اس فتنے سے بچنے کے لیے باہر چلے جائیں چنانچہ یہی واقعہ مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجر کا سبب بنا دراصل اسی سبب کے ذریعے قدرت انہیں ایک خاص مقصد میں بنی اسرائیل کی آزادی کے لیے تربیت کے مراحل سے گزار رہی تھی لہٰذا انہیں وطن سے باہر نکالا تاکہ وہ خدا کے ایک اور برگزیدہ بندے کی صحبت میں رہ کر پیغمبر کی حیثیت سے دعوت حق کے لیے تیار ہو جائیں چنانچہ حضرت مصر سے نکل کر مشرق کی سمت روانہ ہو گئے اور چلتے چلتے مصر سے آٹھ منزل کے فاصلے پر قبیلہ مدین کی بستی میں پہنچے تو پانی پینے کے لیے ایک

Marfat.com

کنویں پر رکے۔ کنویں پر پانی پینے کے لیے جانوروں اور انسانوں کی بھیڑ لگی تھی۔ بھیڑ سے کچھ فاصلے پر دولڑکیاں اپنے جانوروں کو لیے کھڑی تھیں۔ جب یہ لڑکیاں پانی بھرنے لگیں تو چرواہے آ گئے اور انہیں ہٹا کر اپنے جانوروں کو پانی پلانے لگے۔ لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہو گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لڑکیوں کی بے چارگی سے متاثر ہو کر آگے بڑھے اور خود بہت سے ڈول کنویں سے پانی کے نکال کر ان کے جانوروں کو پانی پلایا اور پھر تھکاوٹ دور کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے۔

لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلا کر گھر پہنچیں تو سارا واقعہ اپنے باپ کو سناتے ہوئے کہا کہ پردیسی جوان کنویں پر آیا جس نے ازراہ ہمدردی ہماری بکریوں کو پانی پلایا۔ ان کے باپ نے کہا کہ اسے اپنے ساتھ گھر لے آؤ۔

ان لڑکیوں کے باپ تھے حضرت شعیب علیہ السلام! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو حضرت شعیب بڑی خاطر داری سے پیش آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حالات دریافت کیے ابتداء سے آخر تک تمام داستان سن کر فرمایا خدا کا شکر ادا کرو تمہیں ظالموں کے پنجے سے نجات مل گئی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی جو صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی اس نے والد کو مشورہ دیا کہ اسے ملازم رکھ لیا جائے کہ یہ قوی بھی ہے اور امانت دار بھی حضرت شعیب کو بیٹی کی یہ تجویز پسند آئی آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر آٹھ برس تک میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی اس بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گا اگر مزید دو سال تک ملازمت کرو تو یہی زائد عرصہ لڑکی کا حق مہر سمجھا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرط کو قبول فرمایا ملازمت، کی شرط پوری ہونے پر حضرت شعیب علیہ السلام نے وعدہ کے مطابق اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی قرآن پاک میں لڑکیوں کے باپ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ انہیں ''شیخ کبیر'' کہا گیا ہے چنانچہ اس

سلسلے میں مورخین اور مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ ''شیخ کبیر'' حضرت شعیب تھے یا کوئی دوسرے بزرگ عام روایت یہی ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہیں۔ جبکہ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سُسر کا نام تیرو بتایا گیا ہے۔

جزیرہ نمائے سینا کا بہت بڑا حصہ مدین کی چراگاہ تھا۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام جانور چراتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس چراگاہ میں لوگ جانور چراتے چراتے دور تک نکل جاتے ہوں گے اور ہوسکتا ہے اپنے اہل وعیال بھی ساتھ رکھتے ہوں۔ کیونکہ گلہ بانی پر گزارہ کرنے والوں کا ایک دستور یہ بھی ہے کہ پہاڑی علاقوں سے لوگ سردی بڑھنے پر برف باری کی وجہ سے جب جانوروں کے لیے خوراک نہیں رہتی تو وہ بلندی سے اتر کر بستیوں میں ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور جب برف پگھل جاتی ہے تو دوبارہ بلندیوں پر چلے جاتے ہیں۔

ایسے ہی کسی سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے قریب پہنچے ہوئے تھے کہ سرد رات میں آگ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نظر اٹھائی تو دور آگ کے شعلے دکھائی دیے۔ آپ آگ لینے گئے تو غیب سے ندا آئی۔ اے موسیٰ علیہ السلام میں تیرا اللہ ہوں۔ جہانوں کا پروردگار اپنا جوتا اتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے، میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا۔ جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تو حیران و ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں بکریاں چرانے کی لاٹھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ علیہ السلام تیرے ہاتھ میں کیا ہے آپ نے کہا یہ لاٹھی ہے اس سے میں بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ حکم ہوا اسے زمین پر ڈال دے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل حکم کی لاٹھی زمین پر رکھتے ہی وہ اژدھا بن کر دوڑنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے حکم ہوا اسے اٹھا لے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربی کی تعمیل میں بے خوف ہو کر اژدھا کو پکڑ

Marfat.com

لیا ساتھ ہی وہ لاٹھی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

اس کے بعد حکم ہوا کہ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکال۔ آپ نے تعمیل حکم کے بعد جب ہاتھ کو دیکھا تو وہ بے داغ چمکتا ہوا نکلا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ ہماری طرف سے دو نشانیاں تجھے عطا ہوئیں۔ اب جا اور فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت دکھا اور بنی اسرائیل کو ذلت کی زندگی سے نجات دلا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! میرے ہاتھ سے ایک مصری قتل ہو گیا تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ تو میرے سینے کو فراغ اور نور سے منور کر دے اور میری زبان پر پڑی ہوئی گرہ کھول دے تاکہ میں انہیں آسانی سے سمجھا سکوں اور میری نسبت میرا بھائی ہارون گفتگو کے لحاظ سے زیادہ فصیح البیان ہے اس لیے اسے بھی میرا شریک کار بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ جو نشانیاں ہم نے تمہیں مرحمت کی ہیں تم ان کے طفیل ضرور کامیابی سے ہمکنار ہو گے، فرعون اور اس کی عوام تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے بھائی کو تمہارا شریک کار بناتے ہیں تم دونوں جاؤ اور نرمی اور شیریں بیانی سے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو راہ حق پر لاؤ۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر آئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون کے ساتھ بے خوف و خطر فرعون کے دربار میں چلے گئے۔ فرعون نے ان سے آنے کا مقصد پوچھا تو فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور ہم تجھ سے دو باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اول تم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ اور دوم بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دو اور انہیں آزاد کر دو۔

فرعون بولا اے موسیٰ علیہ السلام کیا ہم نے تیری پرورش نہیں کی تجھے اپنے ہاں نہیں رکھا پھر کہا اس احسان کا بدلہ یہی ہے کہ تو ناشکری کرے تو نے ایک مصری کو بھی قتل کیا اور پھر یہاں سے بھاگ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ سچ ہے کہ تو نے ہی میری پرورش کی اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے بھولے سے ایک مصری کو قتل کر دیا۔ جس کا مجھے افسوس ہے کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو میری پرورش کے بدلے میں تمام بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھے اور انہیں اذیتیں پہنچانا اپنا حق سمجھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ یہ رحمت باری تعالیٰ کی کرشمہ سازیاں ہیں اس تیرے ہی گھر میں میری پرورش اور تربیت کا انتظام کیا پھر میری بیکسی اور مجبوریوں کے باوصف مجھے نبوت اور رسالت جیسے جلیل منصب سے نوازا۔

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے پیغام کو نظر انداز کر دیا اور ان کی شخصیت سے بحث کرنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کے اعتراض کا مناسب جواب دیا تو کہنے لگا، اچھا اگر میرے سوا کوئی اور رب ہے تو جسے تو رب العالمین کہتا ہے تو اس کی حقیقت بیان کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو آسمانوں و زمین اور ان کے درمیان کل مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے فرعون نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا تم نے سنا کیسی عجیب بات کہہ رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کے اظہار تعجب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا اور فرمایا میرے رب کی ربوبیت سے تیرا اور تیرے باپ داداؤں کا وجود بھی خالی نہیں یعنی تجھے اور تیرے آباؤ اجداد کو بھی اسی نے پیدا کیا تھا اور اسی نے پرورش فرمائی تھی فرعون بولا مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص مجنون اور پاگل ہے۔

پیغمبروں کا خاصا ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر فرد کو ہر بات نرمی اور خوش کلامی سے سمجھائیں۔ اس لیے فرعون کی طرف سے مجنون اور پاگل جیسے الفاظ سننے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی بُردباری سے اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔

Marfat.com

فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جس نے دنیا کی تمام چیزوں کو وجود بخشا پھر ہر طرح کی قوتیں دے کر ان پر زندگی کی راہیں کھولیں اور سب کو راہ کمال کی طرف چلنے کا فہم عطا کیا۔

فرعون نے پوچھا کہ پھر جو لوگ ہم سے پہلے گزرے ہیں بتاؤ ان کا کیا حال ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان پر جو کچھ گزری یا گزرے گا اس کی ذمہ داری نہ مجھ پر ہے نہ تجھ پر ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جانتا ہے کہ وہ کس سلوک کے روداد ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ میرا رب بھول چوک سے پاک ہے وہ کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے روشن اور صداقت بھرے دلائل سننے کے باوجود فرعون نے ان کی باتوں کا یقین نہ کیا اور وجود باری تعالیٰ سے منکر ہی رہا پھر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں مانتا یعنی تمہارا سب کا پروردگار میں ہی ہوں نہ کہ وہ جس کی صفات موسیٰ علیہ السلام بیان کر رہے ہیں۔ پھر ہامان کو جو غالباً اس کا وزیر یا مشیر تھا حکم دیا کہ ایک اونچی عمارت تعمیر کرو تاکہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کا پتہ لگا سکوں کیونکہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

معلوم نہیں فرعون نے ہامان سے جو کچھ کہا تھا اس کی تعمیل ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو اس عمارت کا آج کوئی نام و نشان مل سکتا ہے یا نہیں مل سکتا۔ فراعنہ مصر نے جو جو عالی شان عمارتیں اپنے عہد میں بنائیں ان میں سے اکثر منہدم ہو چکی ہیں صرف چند کے آثار باقی ہیں۔ بڑے بڑے شہر جن کا ذکر عہد نامہ عتیق میں ملتا ہے آج کہیں نہیں پائے جاتے آبادی کی وضع و بدل گئی۔ عین الشمس جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑا مرکز تھا اب قاہرہ کا ایک حصہ ہے جہاں اب خوبصورت بنگلے تعمیر ہو چکے ہیں۔

بہرحال وہ اپنے سوا کسی اور کو رب تسلیم کرنے سے سراسر انکار کرتا رہا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی کہ میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں کوئی ایسی واضح نشانی دکھا دوں جو میں اپنے رب کی طرف سے لے کر آیا ہوں پھر بھی تو یقین کرے گا یا نہیں۔

فرعون نے کہا اگر واقعی تو کوئی ایسی نشانی لے کر آیا ہے تو دکھا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی جس نے فوراً اژدھے کی شکل اختیار کر لی پھر اپنا ہاتھ گریبان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ ایک تاب دار ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔

فرعون کے درباری چلا اٹھے کہ یہ سب جادو کا کرشمہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ایک بڑا جادوگر ہے اس کے ذریعے یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں سرزمین مصر سے نکال دینا چاہتا ہے لہٰذا اس کا کوئی بندوبست کرنا چاہیے۔

فرعون نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام حقیقت میں تو جادوگر ہے تو ہمیں جادو کے ذریعے مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے اگر تو کوئی مقابلے کا دن مقرر کرے تو ہم اس روز تیرے جادو کا جواب دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جشن کا دن مقرر کر لو اس دن سورج بلند ہونے پر میں میدان میں پہنچ جاؤں گا چنانچہ یہ دن مقابلے کے لیے مقرر کر لیا گیا۔

قوم کے مشورہ پر فرعون نے اپنی حکومت کے تمام نامور جادوگروں کو اس دن حاضر ہونے کا حکم دیا اور بتا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے جادو کا جواب دینا ہو گا۔

اس زمانے میں مصری جادو اور سحر میں استاد مانے جاتے تھے اور پوری دنیا میں ان کی شہرت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے ہی معجزے عنایت فرمائے جو ان کے جادوؤں کا توڑ ہو سکتے تھے اور جن کے سامنے ان کے اپنے تمام جادو ہیچ نظر آتے۔

مقابلے کا دن آیا تو فرعون نے اپنا دربار بہ طرز خاص سجایا اور درباریوں کے علاوہ دور دراز سے لوگ اس عجیب و غریب معرکے کو دیکھنے کے لیے آئے

Marfat.com

فرعون کے بلائے ہوئے تمام بڑے بڑے جادوگر وہاں موجود تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون بھی پہنچ گئے فرعون خوش تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو زبردست شکست ہو گی اور اس کے خدا ہونے کا سکہ لوگوں پر بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے جادوگروں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر ان کی ہمت بڑھائی اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں سے مخاطب ہو کر بولے کہ ہم پر خواہ مخواہ جادوگری کا بہتان باندھا جا رہا ہے حالانکہ یہ نشانیاں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں تاکہ ضرورت پڑے تو اپنی رسالت کے ثبوت میں انہیں پیش کر سکوں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہم پر اس بہتان کی پاداش میں اللہ تعالیٰ تمہیں گرفت میں نہ لے لے۔

حاضرین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ وہ اپنے انہیں الزامات پر اڑے رہے کہ تم ہمیں مصر سے خارج کر کے اس زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہو پھر مصری جادوگروں کو شاباش اور آفرین کے نعروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر کرتب دکھانے کے لیے آمادہ کیا گیا اور کہا تم سب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر ڈٹ جاؤ جو بازی لے گیا کامیابی اسی کی ہے۔

مصری جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پہل کس کی طرف سے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تم ہی پہل کر دیکھو چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں میدان میں ڈال دیں جو سانپ بن کر دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھ کر پہلے تو کچھ خوف و ہراس محسوس کیا کہ ایسا نہ ہو لوگ ان کے جادو سے متاثر ہو کر حق و صداقت پر یقین کرنے سے باز رہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انہیں کامیابی کا یقین دلایا اور حکم دیا کہ اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دو۔ لاٹھی کا پھینکنا تھا کہ حکمت خداوندی سے وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گئی اور جادوگروں کے سانپوں کو نگلتی چلی گئی۔ مصری جادوگر جنہیں اپنے جادو پر بہت ناز تھا حکمت الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھ کر فوراً پکار اٹھے، بے شک

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو نہیں بلکہ اللہ کی طاقت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ پھر وہ سب سجدہ میں گر پڑے اور کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خدا پر ایمان لائے۔

جب فرعون نے دیکھا کہ جادوگر مغلوب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خدا پر ایمان لے آئے ہیں تو اسے تشویش ہوئی کہ کہیں مصری عوام بھی راہ ہدایت اختیار نہ کر لیں چنانچہ اس نے مکر کا راستہ اپنایا اور جادوگروں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم سب نے موسیٰ علیہ السلام سے مل کر سازش کی تھی اور میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو تسلیم کر لیا ہے لہٰذا میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو پھانسی پر لٹکاؤں گا۔ لیکن فرعون کی یہ دھمکی انہیں مطلق نہ ڈرا سکی کیونکہ ان کے دل میں ایمان کی مشعل روشن ہو چکی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نظارہ دیکھ چکے تھے چنانچہ فرعون کی طرف سے اس دردناک سزا کا حکم سن کر وہ بولے۔

''ہم یہ کبھی نہیں کر سکتے کہ سچائی کے جو روشن دلائل ہمارے سامنے آ گئے ہیں اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے۔ خصوصاً جادوگری کی خطا کہ جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا ہمارے لیے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔''

فرعون نے اپنی خفت مٹانے کے لیے جادوگروں کو تختہ مشق بنایا اور ان پر برستا رہا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ کہنے کی جرات نہ کر سکا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار سے رخصت ہوتے وقت جو لوگ ایمان لے آئے تھے انہیں جرات دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم صدق دل سے خدائے واحد پر ایمان لے آئے ہو تو تمہیں اس کے سوا کسی اور سے ڈرنا نہیں

Marfat.com

چاہیے کیونکہ سب قوتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، تمہیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ فرعون تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

پیروان موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ

فرعون اور اس کی قوم نے بنی اسرائیل کو پہلے سے زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ خصوصاً وہ لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم نوا بن چکے تھے ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں تمام تکلیفوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے تم ضرور کامیاب ہو گے اور فرعون کو اس کی بداعمالیوں اور ظلم و تشدد کی سزا اسی دنیا میں ملے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تمہیں مصریوں سے بچائے گا اور تم سکھ کی زندگی بسر کرسکو گے۔ مگر جب تک تمہیں مصر سے بحفاظت نکال کر نہیں لے جاتا تم مصر ہی میں دین حق کے فرائض انجام دو یعنی اپنی عبادت گاہیں بنا لو یا اپنے گھروں ہی میں اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون نے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی کہ تیرے یہ نافرمان بندے یعنی فرعون اور اس کے ہم نوا تیرے نام لیواؤں کو ظلم کا تختہ مشق بنائے ہوئے ہیں نہ خود راہ حق پر چلتے ہیں اور نہ دوسروں کو نیکی کے راستہ پر چلنے دیتے ہیں اور دنیا میں جو دولت عزت اور حکومت انہیں ملی ہوئی ہے وہ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں اپنے افعال سے انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ایمان کی سچائی کو ٹھکرا رہے ہیں اور اپنی ضد پر قائم ہیں تو انہیں دردناک عذاب کے ذریعہ دنیا کے لیے عبرت کا نمونہ بنا۔

Marfat.com

عذاب الٰہی

جب معاملہ حد سے گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کو ہمارے عذاب کی دعید سنا دو کہ ان کی پیہم سرکشی، ظلم حق کے ساتھ استہزاء اور نافرمانی کے باعث خدا کا عذاب ان پر نازل ہو گا۔

چنانچہ قحط اور وباؤں نے مصریوں کو آ لیا۔ سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ مصریوں پر طوفان، ٹڈی، چیچڑی اور مینڈک وغیرہ کی وبائیں نازل ہوئیں۔

جب مصریوں پر کوئی عذاب آتا تو واویلا کرنے لگتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رجوع کرتے کہ ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ٹل جائے پھر ہم ایمان لے آئیں گے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مصیبت دور ہو جاتی تو وہ پھر سرکشی پر اتر آتے دوبارہ عذاب ہوتا تو پھر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور جب دور ہو جاتا تو پھر شرارتوں پر اتر آتے۔

جب اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر اپنے باپ دادا کی سرزمین میں لے جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام، بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر رات کے وقت خفیہ طور پر مصر سے نکلے اور بحرہ قلزم کے کنارے پہنچ گئے جس کا فرعون کو پتہ چل گیا چنانچہ وہ بھی اپنا لشکر لے کر تعاقب میں روانہ ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ان کے سروں پر جا پہنچا۔ پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور سامنے قلزم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی سوچ رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا۔ ''اپنی لاٹھی سمندر پر مارو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے راہ بنا دے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا پانی کٹ کر دو حصوں میں

Marfat.com

تقسیم ہو گیا درمیان میں خشک راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ اسی راستہ سے پار جا اترے۔

فرعون نے یہ دیکھا تو اپنی قوم سے کہا کہ میری ہی کرشمہ سازی ہے اب تم اسی راستے سے پار اترو اور انہیں پکڑ لو۔ جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں داخل ہوئے تو حکم الٰہی سے سمندر کا پانی آپس میں مل گیا اور سب کے سب اس میں غرق ہو گئے۔

غرقابی کے وقت فرعون پکار کر کہنے لگا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور اس کے خدا پر ایمان لایا۔ لیکن یہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ مشاہدے کا ایمان تھا اس میں صداقت نہیں تھی۔ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان کا اقرار اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں چنانچہ فرعون کی اس پکار کے جواب میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

”اب یہ کہہ رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے جو اقرار کا وقت تھا اس میں انکار اور خلاف ہی کرتا رہا اور درحقیقت تو مفسدوں میں سے تھا۔“

”آج کے بعد ہم تیرے جسم کو ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں نجات دیں گے کہ وہ عبرت کا نشان بنے۔“

اس بہت بڑے سرکش کی لاش آج بھی دنیا کو عبرت کا درس دے رہی ہے سمندر میں کچھ مدت تک رہنے کے باعث اس کی ناک مچھلی نے کھا لی تھی اس نافرمان شخص کو زمین نے بھی قبول نہیں کیا آج اس کی لاش مصری عجائب گھر میں تماشہ گاہ خاص و عام ہے۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

اصحاب سبت

(1100 قبل مسیح)

''اصحاب سبت کا واقعہ قریباً **1100** ق م میں پیش آیا۔ قرآن پاک میں سورہ البقرہ، النساء، مائدہ اور سورہ اعراف میں اس کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ ان بدکرداروں اور سرکشی کرنے والوں پر عذاب الٰہی آ گیا۔ سعادت مند جماعت نے صبح کو دیکھا کہ تمام نافرماں اور سبت کی بے حرمتی کرنے والوں کو بندر اور سور بنا دیا گیا۔ اب ان کے پاس حسرت و یاس کے سوا کچھ نہ تھا۔''

قرآن حکیم میں سورہ البقرہ، النساء، مائدہ اور سورہ اعراف میں مختلف تفصیلات کے ساتھ یہی واقعہ مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات اور حالات میں یہ امر واضح ہو چکا

ہے کہ اس زمانے سے اللہ تعالیٰ کے سچے دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ بنی نوع انسان کی دو شاخوں بنو اسماعیل اور بنو اسحاق علیہم السلام کے ذریعہ قوموں اور ملکوں میں پھیلا۔ اس لیے ان دونوں سلسلوں میں شعائر اللہ کے متعلق یکساں اصول پائے جاتے رہے۔ مگر حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ اپنے زمانہ کے انبیاء علیہ السلام سے اختلاف اور جھگڑے کر کے بعض معاملات میں تشدد اور سختی کے احکام اور بعض معاملات میں ملت ابراہیم سے جدا احکام کا بار اپنے اوپر ڈال لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت میں عبادت الٰہی کے لیے ہفتے کے سات دنوں میں جمعہ کا دن مقرر فرمایا تھا۔ مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو یہود بنی اسرائیل نے اپنی روایتی کج روی کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار کیا کہ ان کے لیے جمعہ کی بجائے ہفتہ عبادت اور برکت کا دن مقرر کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے قوم کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ وہ اپنے غلط مطالبے پر اصرار سے باز رہیں اور ملت ابراہیم کے اس امتیاز کو جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہے ہاتھ سے ضائع نہ ہونے دیں۔ مگر آپ کی قوم اپنے مطالبے پر قائم رہی اور جب ان کی ضد حد سے تجاوز کر گئی تو وحی الٰہی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بے جا اصرار کے نتیجہ میں جمعہ کی سعادت و برکت کو ان سے واپس لے لیا ہے اور ان کی مرضی کے مطابق اب ہفتہ کا دن مقرر کر دیا ہے اور آپ قوم کو مطلع کر دیں کہ اب وہ مطلوبہ دن کی عظمت کا پاس کریں اور اس کی حرمت کو قائم رکھیں اور اس دن کو ان کے لیے خرید و فروخت، زراعت و تجارت اور شکار کو حرام کر کے صرف عبادت الٰہی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے بھی اس کے متعلق مختصر ذکر کیا ہے جو انہوں نے عبادت

Marfat.com

کے لیے ایک دن یعنی ہفتہ مخصوص کرنے کے لیے کہا تھا۔

"بے شک سبت کا دن ان لوگوں کے لیے عبادت کا دن مقرر کیا گیا جو اس کے متعلق جھگڑا کرتے تھے اور یقیناً تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے کہ اس میں حق کیا تھا اور باطل کیا تھا؟" (نمل)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سبت مقرر کرنے کے بعد بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اس دن کی حرمت کو برقرار رکھیں گے۔ قرآن مجید کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی حرمت برقرار رکھنے کا بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا:

"اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) سے کہا کہ سبت ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ گزرنا اور خلاف ورزی نہ کرنا اور ہم نے ان سے اس کے متعلق بہت سخت قسم کا عہد و پیمان لیا۔" (آل عمران)

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دنیا میں سب سے آخر میں آنے والے آخرت میں سب سے مقدم ہوں گے خصوصاً اہل کتاب سے جو کہ ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ جمعہ کا دن ہم سب سے پہلے ان اہل کتاب پر فرض کیا گیا تھا، مگر انہوں نے اس کے متعلق اختلاف ظاہر کیا اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس دن یعنی جمعہ کو قبول کر لینے کی توفیق دی۔ سو دنیا میں بھی وہ اس معاملہ میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ اس لیے کہ یہود کا روز عبادت جمعہ سے ایک روز بعد ہفتہ اور نصاریٰ کا اس کے بعد اتوار کا دن ہے۔

بنی اسرائیل ایک مدت تک سبت کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیماں پر برقرار رہے جن باتوں اور کاموں کو اس دن حرام کر دیا تھا ان سے بچتے رہے مگر آخر کار آہستہ آہستہ ان کی کج روی اور سرکشی عود کر آئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی جو سبت کے بارے میں ان پر نافذ

Marfat.com

کیے گئے تھے، کھلم کھلا خلاف ورزی شروع کر دی رفتہ رفتہ اس خلاف ورزی میں بے باک ہوتے چلے گئے بلکہ حیلے بہانے تراش کر اس بدعملی پر فخر کیا جانے لگا۔ تب خدا کے عذاب نے ان کو آ پکڑا اور وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان ہوئی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت بحر قلزم کے کنارے آباد ہو گئی تھی۔ چونکہ یہ لوگ ساحل سمندر کے باشندے تھے اس لیے مچھلی ان کا قدرتی شکار تھا اور وہ اس کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ یہ لوگ ہفتہ کے چھ دن مچھلی کا شکار کرتے اس کی تجارت میں مشغول رہتے اور سبت کے روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ اس لیے قدرتی طور پر مچھلیاں ان کے شکار کے دنوں میں جان بچانے کے لیے پانی کی تہہ میں چلی جاتیں اور سبت کے دن سطح آب پر تیرتی نظر آتیں ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ حالات ان کی آزمائش کا سبب بھی بنا دیے۔

کچھ عرصہ تک تو یہود اس حالت کو صبر آزما طریقے سے دیکھتے رہے پھر ان میں سے بعض نے خفیہ طریقوں سے حیلے ایجاد کیے کہ جمعہ کی شام قلزم کے کنارہ کے نزدیک گڑھے کھود کر چھوٹی چھوٹی نہریں بنا کر سمندر کے پانی سے ملا دیتے اس طرح ہفتہ کے روز مچھلیاں سطح پر آ کر ان گڑھوں میں آ جاتیں اور جب یہ گڑھے مچھلیوں سے بھر جاتے تو ان کو سمندری راستوں سے کاٹ دیتے جس سے مچھلیاں گڑھوں میں بند ہو جاتیں اس طرح وہ سبت کے روز گڑھوں سے مچھلیاں نہ پکڑتے بلکہ اگلے روز آسانی سے پکڑ کر بظاہر سبت کی حرمت برقرار رکھتے۔

یہود کے بعض لوگوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ جمعہ کے روز سمندر میں جال اور کانٹے ڈال جاتے اور سبت کے روز جال نہ کھینچتے بلکہ ہفتہ کا دن گزرنے کے بعد جو مچھلیاں جال اور کانٹوں میں پھنس جاتیں انہیں اگلے روز نکال لیتے۔

یہود کے وہ لوگ جو ایسے حیلوں سے اجتناب کرتے ان کی خلاف ورزیوں

Marfat.com

پر انہیں روکتے مگر وہ جواب دیتے کہ وہ سبت کے روز تو شکار نہیں کرتے اور جہاں تک شکار کرنے کی یہ ترکیبیں ہم نے ایجاد کی ہیں تو ان سے منع نہیں کیا گیا۔ یہ جواب دے کر وہ اپنے طور پر مطمئن ہو جاتے کہ ان کا یہ حیلہ خدا کے یہاں ضرور چل جائے گا۔ مگر درحقیقت یہ لوگ دین کے معاملہ میں اللہ کے احکام پر سچے دل اور خلوص نیت سے عمل کرنا ہی نہ چاہتے تھے۔ سعادت مند گروہ کے افراد نے اس نافرمان جماعت کو ہر طریقہ سے سبت کی حرمت برقرار رکھنے کے لیے پرزور کوششیں کیں مگر بے سود۔ تاہم وہ اپنی سعی و تبلیغ کو مسلسل جاری رکھنے پر گامزن رہے اس امید پر کہ شاید وہ سمجھ جائیں۔ اس جماعت کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل میں ایک گروہ نافرمانوں سے مایوس ہو کر خاموش ہو گیا اور خود سرکشی سے بچتا رہا۔ مگر انہیں خدا کے عذاب کے آنے کا کھٹکا ہر وقت لگا رہا۔ چنانچہ ان لوگوں نے نافرمان جماعت سے ترک تعاون کا راستہ اختیار کر لیا، ان سے خرید و فروخت اور ہر قسم کا اشتراک عمل ختم کر دیا حتیٰ کہ اپنے مکانوں کے دروازے بھی ان پر بند کر دیے۔

چنانچہ ان بدکرداروں اور سرکشی کرنے والوں پر عذاب الٰہی آ گیا۔ سعادت مند جماعت نے صبح کو دیکھا کہ تمام نافرمانوں اور سبت کی بے حرمتی کرنے والوں کو بندر اور سور بنا دیا گیا ہے۔ اب ان کے پاس حسرت و یاس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اپنے کیے کا اقرار کر کے روتے ہوئے وہ اپنی ذلت و رسوائی کا دردناک نظارہ بن کر رہ گئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

"اے گروہ یہود تم بلاشبہ اپنے پیش رووں میں سے ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو سبت کے بارے میں احکام الٰہی کی حدود سے متجاوز ہو گئے تھے اور ہم نے ان کے لیے کہہ دیا تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔ پس ہم نے اس بستی کے ان بدبخت لوگوں کو گرد و پیش کے لوگوں کے لیے عبرت اور خدا سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت و موعظت بنا دیا۔" (البقرہ)

Marfat.com

سورہ البقرہ میں یوم سبت کے معاملہ میں احکام الٰہی کی دانستہ بے حرمتی کرنے والے ان بدبخت گروہ کے لوگوں کو مسخ کرنے کی تفصیل کو مزید واضح کرتے ہوئے سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"آپ (انہیں) فرمایئے کیا میں آگاہ کروں تمہیں کہ کون برا ہے۔ ان سے باعتبار جزا کے اللہ کے نزدیک وہ لوگ جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب فرمایا اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سور اور وہ برے ہیں جنہوں نے پوجا کی طاغوت کی۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مغضوب گروہ کے نوجوان بندر کی شکل میں مسخ کیے گئے اور بوڑھے سور کی شکل میں مسخ ہوئے۔ چنانچہ مغضوب و مسخ شدہ لوگ چند ایام ہی میں فنا کر دیے گئے۔

انسان کی مختلف گمراہیوں میں بڑی گمراہی یہ بھی ہے کہ احکام الٰہی سے بچنے کے لیے حیلے بہانے تراش کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کی سعی کرے۔ کیونکہ وہ اس طرح شریعت کے اوامر و نواہی کو مسخ کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اس امر کا شاہد ہے اور اوراق تورات گواہ ہیں کہ یہود اس گمراہی میں پیش پیش اور اس اقدام پر بہت جری تھے۔ اسی لیے ان پر مسخ کا عذاب نازل ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے بیان کردہ اس واقعہ کی روشنی میں امت کو سخت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ایسی گمراہی پر ہرگز راغب نہ ہوں اور اپنا دامن عمل اس سے بچائے رکھیں۔

❖❖❖❖❖

حضرت حزقیل علیہ السلام

(554 قبل مسیح تا 518 قبل مسیح)

"لفظ "حزقیل" کے معنی ہیں قدرت الٰہی، قرآن پاک میں حضرت حزقیل علیہ السلام کا ذکر اشارتاً سورہ بقر آیت 243 میں آیا ہے۔ آپ علیہ السلام پر نزول وحی کا زمانہ 554 ق م تا 518 ق م رہا۔ آپ علیہ السلام کا لقب "ابن العجوز" یعنی بڑھیا کا بیٹا تھا۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے لوگ جہاد سے جان چرا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو ان پر موت طاری ہوئی اور حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے ان کی قوم کے لوگ دوبارہ جی اٹھے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے زمانے میں یہویا کین حاکم وقت تھا حضرت حزقیل علیہ السلام نے زمینِ بابل پر وفات پائی اور آپ علیہ السلام کوفہ میں مدفون ہیں۔"

طبری ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت حزقیل

Marfat.com

علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کی روحانی اور دنیوی قیادت و رہنمائی کا فرض انجام دیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے والد کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا اور جب آپ کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا تو آپ کی والدہ بہت ضعیف اور معمر ہو چکی تھیں، اس لیے اسرائیلیوں میں ابن العجوز کے لقب سے مشہور تھے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام عرصہ دراز تک بنی اسرائیل میں تبلیغ کا حق ادا کرتے رہے اور ان میں دین و دنیا کی راہنمائی کا فرض انجام دیتے رہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں ایک واقعہ کے متعلق کتب تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام سے یہ روایت نقل ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت سے جب ان کے بادشاہوں یا پیغمبر حضرت حزقیل علیہ السلام نے یہ کہا کہ فلاں دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اعلائے کلمتہ اللہ کا فرض ادا کرو تو وہ اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ یقین کر کے کہ اب موت سے بچ کر محفوظ ہو گئے ہیں ایک وادی میں قیام پذیر ہو گئے تو حضرت حزقیل علیہ السلام نے ان کے اس فرار کو خدا کے حکم کی خلاف ورزی سمجھا اور قضا و قدر کے فیصلہ سے روگردانی کے سبب اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ان کے لیے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ کو بھی ان کی یہ حرکت ناگوار ہوئی۔ بہرحال اللہ کے غضب نے ان پر موت طاری کر دی اور وہ سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔ چند یوم بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا ان پر گزر ہوا تو ان کی حالت دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا اور دعا مانگی کہ یا رب العالمین ان کو موت کے عذاب سے نجات دے تاکہ ان کی زندگی خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے عبرت اور بصیرت بن جائے۔ پیغمبر کی دعا قبول ہوئی اور وہ زندہ ہو کر باعث عبرت و بصیرت بنے۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

(اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ مر جاؤ۔ پھر

Marfat.com

ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (سورۃ بقرہ)

بہرحال حضرت حزقیل علیہ السلام دم آخر تک بنی اسرائیل کی ہدایت اور راہنمائی کے لیئے احکام الٰہی کی تبلیغ اور دین اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اس خطے میں کاروان اسلام کی پیغمبرانہ قیادت فرماتے رہے اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے رہے جو ساری دنیا کے ہادی اور سراپا رحمت بن کر آنے والے تھے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کس جگہ آپ سپرد خاک ہوئے اس کا ذکر نہیں ملتا۔

❖❖❖❖❖

خودسر ابرہہ کا انجام

(525ء تا 543ء)

اللہ تعالیٰ نے اس واقع کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ سورہ الفیل میں کیا ہے۔ یہ واقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے تقریباً دو ماہ قبل پیش آیا۔ ابرہہ یمن کا بادشاہ تھا اس کا دور حکومت بعض مورخین کے نزدیک 525ء اور بعض کے نزدیک 543ء ہے۔ کیونکہ یہ نکٹا تھا۔ اس لیے اہل عرب اسے ابرہہ الاشرم کہتے تھے یہ عیسائیت میں بہت پرجوش تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے ہر برس سینکڑوں لوگ مکہ آتے۔ یہ دیکھ کر ابرہہ کے دل میں حسد اور لالچ پیدا ہوا۔ اس نے سوچا اللہ کے گھر کو مسمار کرے اور یمن میں ایک ہیکل (گرجا) تعمیر کیا جائے۔ تاکہ لوگ مکہ کی بجائے یمن آئیں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائی اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے۔ جنہوں نے ان کو ایسا کر دیا جسے کھایا ہوا بھوسہ۔"

خانہ کعبہ جسے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے تعمیر کیا تھا اور آئندہ چل کر توحید پرستوں کا مرکز بننے والا تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد رفتہ رفتہ اہل عرب دین ابراہیمی چھوڑ کر شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے۔

چونکہ اس عہد کی اکثر قومیں مظاہر فطرت کی پرستش کرتی تھیں۔ چین، جاپان، ہندوستان، امریکہ، بابل اور یونان کے خطوں میں دیوتاؤں کی حکومتیں تھیں۔ بیل، گائے، سانپ، اژدھے، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ وغیرہ ان قوموں کے دیوتا تھے چنانچہ اہل عرب بھی، دین ابراہیمی فراموش کر کے شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ جہالت کا یہ عالم تھا کہ عورتوں کو حقیر سمجھ کر انہیں لونڈیاں بنا کے رکھا جاتا تھا۔ شراب خواری، قمار بازی اور دنگا وفساد، لوٹ مار ان کے مشاغل تھے۔ شرک اور بت پرستی میں وہ یہاں تک بڑھ گئے تھے کہ ہر قبیلے کا اپنا ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ پوجا کرتے اور اس سے مرادیں مانگتے تھے۔ عرفانی حقیقتیں اور پاکیزہ اخلاق خواب و خیال بن کر رہ گئے تھے۔

خانہ کعبہ چھوٹے بڑے تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن بن چکا تھا۔ لات، منات، عزیٰ، ہبل ان کے بڑے بت تھے، جن کی عبادت کے لیے لوگ دور دور سے آتے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے، بتوں کو چڑھاوے چڑھاتے اور مرادیں مانگتے۔ ہر برس سینکڑوں لوگوں کو اطراف و جوانب سے طواف کے لیے آتے دیکھ کر یمن کے بادشاہ ابرہہ کے دل میں حسد اور لالچ پیدا ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اللہ کے گھر کو مسمار کر کے یمن میں ایک ہیکل (گرجا) تعمیر کیا جائے اور خانہ خدا کے تمام بت اس میں لا کر رکھ دیے جائیں تاکہ لوگ مکہ جانے کی بجائے یمن میں آئیں جس سے اس کی تجارت اور آمدنی بڑھ سکتی ہے۔

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے تقریباً دو ماہ پہلے کا ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ جس میں بہت ہاتھی بھی تھے۔ ابرہہ یہ لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس فوج نے راستے میں لوٹ مار کرتے

Marfat.com

ہوئے مکہ کے قریب پہنچ کر اپنے ڈیرے لگا لیے۔

عرب کے رہنے والوں کی اکثریت نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھے تھے۔ جب انہوں نے ہاتھیوں کی اتنی بڑی فوج دیکھی تو گھبرا گئے اور سوچنے لگے کہ ہم اس فوج کا کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ ابھی سوچ بچار ہی میں مصروف تھے کہ ابرہہ کی فوج کے سپاہی اہل مکہ کے اونٹ چراگاہوں سے پکڑ کر لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب جو خانہ کعبہ کے منتظم بھی تھے، اپنے اونٹ واپس لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے حیرانی سے کہا کہ آپ اونٹ واپس لینے آ گئے ہیں لیکن خانہ کعبہ کے لیے آپ نے کوئی بات نہیں کی جسے میں مسمار کرنے آیا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹ میرے ہیں اس لیے میں انہیں لینے آ گیا ہوں اور کعبہ خدا کا گھر ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ جواب سن کر ابرہہ نے اونٹ واپس دے دیے۔

حضرت عبدالمطلب اونٹ واپس لے کر آئے تو ابرہہ کے حملہ کا سن کر اہل عرب پہاڑوں میں چھپ گئے۔ صرف حضرت عبدالمطلب کا خاندان رہ گیا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے غلاف کعبہ تھام کر عجز وعقیدت سے یہ دعا مانگی کہ اے مالک ومختار، مجھ میں اس ظالم کے مقابلہ کی طاقت نہیں جو تیرا گھر مسمار کرنے آیا ہے تو قادر مطلق ہے، اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

کہا جاتا ہے کہ جب ہاتھیوں کی فوج خانہ کعبہ کے قریب پہنچی تو سب سے اگلا ہاتھی جس کا نام محمود تھا، سجدے میں گر گیا، جسے دیکھ کر دوسرے ہاتھی بھی سجدہ ریز ہو گئے۔ ہاتھیوں کے مہاوتوں نے انہیں اٹھانے کی بہت ترکیبیں آزمائیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے، جسے دیکھتے ہوئے ابرہہ نے اپنے سپاہیوں کو آگے بڑھ کر کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا حکم دیا۔ ابھی اس کی فوج آگے بڑھنے نہ پائی تھی کہ یکایک بادل کا ایک ٹکڑا نہ جانے کدھر سے آ کر خانہ کعبہ کے اوپر چھا گیا اور پھر اس میں سے ابابیلوں کے غول نمودار ہونے لگے

جن کی چونچ میں کنکریاں یا سنگریزے تھے جو وہ ابرہہ کی فوج پر برسانے لگیں جس سے ابرہہ کا تمام لشکر ہاتھی، گھوڑے، اونٹ اور سپاہی دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو گئے۔ خود سر ابرہہ بھی زخمی ہو کر بھاگا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے اعضاء جھڑ گئے۔ انگلیاں گر گئیں اور وہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گیا۔

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں رب جلیل کے حکم سے ابابیل نمودار ہوئے۔ ان کے پاس مسور کے دانہ جتنی تین تین کنکریاں ایک چونچ میں اور ایک ایک دونوں پنجوں میں تھیں۔ ایک ایک کنکری ہر سوار کے سر میں گھس کر جسم سے نکل جاتی۔ یا جہاں بھی لگتی، آر پار ہو جاتی۔ ایک ہی پل میں خدائے قدوس نے ان سب کو جہنم واصل کر دیا۔ ابرہہ پلید وہاں سے بھاگا۔ اپنے خیمے میں آ کر لوگوں سے اپنی بربادی کا حال بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں حکم الٰہی سے ایک ابابیل اس مردود کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے لوگوں کو دکھایا کہ اس قسم کے پرندے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کے سر پر بھی ایک کنکری پڑی اور وہ جہنم واصل ہو گیا۔ ایک روایت یوں ہے کہ ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو کنکری اسے لگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس واقعہ کا سورہ الفیل میں یوں ذکر فرمایا۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا کہ ان کے فریب کو ناکارہ بنا دیا اور بھیج دیئے ان پر پرندوں کے جھنڈ وہ پھینک رہے تھے ان پر سنگریزے پس کر دیا ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح۔ (سورہ الفیل پ ۳۰ ع ۱۱)

ختم شد

Marfat.com

قرآن حکیم

☆ اور آدمی (رنج اور غصے کی حالت میں) اسی طرح بددعا کرنے لگتا ہے جس طرح بھلائی کی دعا کرتا ہے۔ اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔ (بنی اسرائیل پ15، ع2، 11)

☆ بھلا جو کوئی اوندھا ہو کر منہ کے بل چلے وہ پائے گا یا جو سیدھا صاف سڑک پر جارہا ہو۔ (الملک پ29، ع2، 32)

☆ تم جہاں رہو موت تم کو پکڑے گی گو کیسے ہی مضبوط قلعوں میں رہو۔

(النساء پ5، ع11، 78)

☆ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی جان اٹھا لیتے ہیں اور وہ حکم میں کوتاہی نہیں کرتے۔ (الانعام پ7، ع8، 61)

☆ مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھٹکارے کی صورت نکال دے گا اور تمہارے گناہ تم پر سے اتار دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (پ9، ع4، 29)

☆ کیونکہ خدا کا وعدہ (عذاب) جب آن پہنچتا ہے (کسی سے ٹالے) ٹل نہیں سکتا۔ (نوح پ29، ع1، 4)

☆ اللہ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر سہاروں کے بلند کر رکھا ہے۔ (جیسا کہ) تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ اور اس نے سورج اور چاند کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک کیلئے چل رہی ہے۔ اللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرماتا ہے اور نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو سورۂ رعد (13) ترجمہ آیت (2)

Marfat.com

☆ یہ کتاب (قران مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلام خدا ہے، خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔ (البقرۃ)

☆ لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ (البقرۃ 5/2)

☆ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔ (البقرۃ 38-39)

☆ تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔ (البقرہ 10 تا 37)

☆ اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو۔ اور جو بھلائی (نیکی) اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں پالو گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (البقرۃ 110/2)

☆ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئے اور نہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے اور نہ اس کو کسی کی سفارش کچھ فائدہ دے اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) مدد مل سکے۔ (البقرۃ 123/2)

☆ سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔ (البقرۃ 153/2)

☆ اور لوگو! تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔ اس بڑے مہربان (اور) رحم کرنے والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (البقرۃ 163/2)

☆ اے اہل عقل (حکم) قصاص میں تمہاری زندگانی ہے کہ تم (قتل وخون ریزی سے) بچو۔ (البقرۃ 178-179)

☆ اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو۔ مگر زیادتی نہ کرنا اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ البقرۃ (130/2)

Marfat.com

☆ اور خدا کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (لبقرۃ 195/2)

☆ (مسلمانو) سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی نماز عصر) پورے اہتمام واحترام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور خدا کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

(البقرۃ 238/2)

☆ اے ایمان والو! جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو۔ جس میں نہ (اعمال) کا سودا ہو سکے۔ اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے۔ اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔ (البقرۃ 254/2)

☆ جس خیرات دینے کے بعد (لینے والے کو) ایذا دی جائے اس سے تو نرم بات کہہ دینی اور (اس کی بے ادبی سے) درگزر کرنا بہتر ہے اور اللہ بے پرواہ (اور) بردبار ہے۔ (البقرۃ 264/2)

☆ اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی بہتر ہے۔ اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے۔ اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ (البقرۃ 271/2)

☆ اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (حاصل ہونے تک) مہلت (دو) اور اگر (قرض کی رقم) بخش دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔ (البقرۃ 278/2-280)

☆ دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا (اور سزا دینے والا ہے)

(آل عمران 19/3)

☆ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔

Marfat.com

خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران 31/3)

☆ کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (آل عمران 32/3)

☆ (اے اہل ایمان) تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔ تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(آل عمران 186/3)

☆ اے اہل ایمان (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جمے رہو۔ اور خدا سے ڈرو تا کہ مراد حاصل کرو۔

(آل عمران 200/3)

☆ اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) برے مال سے نہ بدلو۔ اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔ (النساء 2/4)

☆ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ (النساء 10/4)

☆ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے (النساء 31/4)

☆ خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اسکے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ (النساء 48/4)

Marfat.com

نافرمان لوگ اور عذابِ الٰہی

297,9
ن 67
9202

Marfat.com